

مہنامہ بخشی دیوبند



Family News Paper - Weekly
CLOTH BAZAR, RAICHUR.

ایڈٹر - عامر غوثی (ناضل و مجدد)

تفیرین کثیر اور فرمایم الجاری دو ہم پر گرامون کے تکمیلہ فضیل القرآن دینہ بند کی تیسری مائی نازنیں کش

حدیث فسیح حقانی حواشی صفا

مصنفہ: عمدۃ الحدیث فخر المفسرین شیخ العلامہ حضرت مولانا عبد الحق صدق حقانی دبلومج

قرآن کی خدمت ایک معادت، اس میں تعاون تاذگی یا ان کی علاست ہے۔ تذگی سلان کی زندگی کا امام استاذ نبی و برکت، کتاب ہدایت اور تہذیب احکام اسلامی کا ایک مشبوہ قانون ہے۔ یعنی محل سلامی کی خدمت کے لفظ نظرے دو حاضر کی ایک بڑی ہدودت کو ملک کرنے والی تفسیر کا آپ کیلئے انجام گیا ہو۔ تفسیر مشبوہ فخر علماء حقانی کے علوم فرقانی کا ایک کامیاب و نادر ذہنیت ہے جس میں علمی باحاثہ، امار و تربیت، رہنمائیات، تحریک، شان بنوں، مستقدم و انتخابات اور جملہ سائل ضروریہ کی جاتی ہے۔ اس تفسیر میں اخالین اسلام کے جملہ اعراضات پر وہ مذاہنگن مکمل میں جوابات موجود ہیں جو اس کے عرض کے ذہنوں کی صحیح مفہومیں عکاسی کرتے ہیں موجودیں۔ یعنی اس تفسیر کو عرصہ حاضر کے رجحانات سے زیادہ قریب کرنے اور سالم اسلاموں کے لئے اس کو غیرہ بنانے کے لیے حسب ذیل اضافات بھی کیے گئے ہیں:-

۱۵۔ اس تفسیر کی زبان قیم تھی جس کی وجہ سے مطالب صحیحے میں دشواری ہوتی تھی اس طبق کافی احتیاط کے ساتھ زبان میں اتنی تراکت پیدا کر دی گئی جس کی بناء پر اب تفسیر نہایت سهل و درکش سوچی نیز عنوانات کا اضافہ قبصہ و جو مختلف مضامین ایک دوسرے سے منتاز ہو گئے ہیں (۲۲)، اعلامہ حقانی نے زیادہ تر سیاست اور تیزیت کی ترویجیں زوال قاصف کیا ہے۔ جدید تفسیر حقانی تین سے کم اولادہ موجودہ وقت کے تمام مگر دفعتوں کے باطل خیالات کی تردید کی گئی ہو جس کی وجہ سے اب اس تفسیر کی نادیت کہیں سے کہیں بیسیج ہو گئی ہے۔ (۳۳)، کوئی نقصان پول کی بشیش تفریع سیاست اور تیزیت کی ترویجیں اسے ان کا قطب اعلیٰ فرقہ کو جو چورا جا گیا۔ جدید تفسیر میں ان تمام اطائف و بحکام کو اس طرح سمیت دیا گیا کہ اب اس تفسیر کے بعد آپ کی اور تفسیر کے مہرگان محتاج نہیں ہیں (۲۴) اعلیٰ دیوبند و فرقہ علم کے مہرمن کی اچھوئی تحقیقات کے ساتھ ساتھ مولانا ازاد اور دو حاضر کے ان کامیاب غصہ میں کی تحقیقات کے جامیں غاصہ، یعنی خواری ای و مطلاعیت کے۔ یہ نااحترافات اس طرح سمیت ہیں گے کہ آپ کو تفسیر رازی اور طنطاوی کی طبیل جدلوں کا مطالعہ غیر ضروری معلوم ہو گا۔

پر گرام مکمل تفسیر حقانی ۳۵ جزو ہے۔ شان کی جائے گی۔ ہر جزو حصہ من و سماں ایک مصروفات ہو گی۔ اب کی جگہ شکل میں جیسے گی سارے ۳۵ کاغذ عذر غیرہ، تابت طباعت معبادی، ٹائپیں، چھین، حدیثی جزاں کی پیچھیں پتے ہے۔ علاوه ڈاکچ جو گاہی رعایت ہفت مہرمن کے لئے مخصوص ہے، عام صدیع دو روپیہ فی جزر ہو گا۔ اس مسئلہ کی دائمی شرکت کیلئے ایک روپے بذریعہ میں اور در روانہ فراہمیزین جائیے۔ مہرمن کی خدمت میں ہر ماہ جدید تفسیر حقانی کا ایک یا ہر جزو مدد کا شرخ یہ یہودی ہی میں دو روپیہ اسال کیا جاتا ہر ہر گا بیکن اگر آپ پانچ دوست مل کر ہر چڑک کہرہ مل پنجمی طلب فرمائیں تو رعایتی وی پنی معدداً کچھ آئندہ فیکی ارسال ہو گی۔

آپ کے پر خواص متعال کا نظر مکن پر فضل القرآن یونہن ضمیل عکس پیغایو پی

چند نمبر

شمارہ نمبر (۶)

ماہنامہ دیوبند ہر گزی ہفتے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے۔

سالانہ قیمت چھ روپے۔ فی پر ۵۰ متنے پیے
غیر مالک سے سالانہ قیمت ۵ اشناگ شکل پوشل آرڈر

فہرست مضمایں مطابق ماہ اگسٹ ۱۹۷۴ء

۱	ماہر عثمانی	آغاز سخن
۲		قداد اصحاب
۳		قصیدہ الحدیث
۴		خطی کی تذکرہ
۵		علامہ پرویز زندہ باد
۶		سچارہ سے بخاترے تک
۷		کھربے کھوٹہ
۸		باب الصحت
۹	متوہ ابن العرب کی	
۱۰	ماہر عثمانی	
۱۱	بیان عقیم زیری	

اگر اس دائرہ میں سرخ نشان ہے تو بھی لمحے کو اس پر جو پر آپ کی خریداری ختم ہے۔ یا تو منی آرڈر سے سالانہ قیمت بھیجیں یا وہی پی کی اجازت دیں۔ اگر آنکہ خریداری جاری نہ رکھی ہو تو بھی اطلاع دیں۔ خاموشی کی صورت میں لگل پر جسے دی پی سے بھیجا جائیں گے وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہو گا۔ (دی پی چھ روپے باشٹھ نے پیے کا ہو گا) منی آرڈر بھیج کر آپ دی پی خرچ سے بچ جائیں گے۔

پاکستانی حضوراً۔ ہمارے پاکستانی پر پرچمہ مجھکر رسید منی آندر را دراپناں مکمل پڑھیں مجیدین رسالہ جاری ہو جائیں گے۔

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ۔ مکتبہ شعائیرہ ۲۸ گلشن بازار پاکستان کا پتہ۔

مدید
عامر عثمانی

دفتر تحریک دیوبند ضلع سہارنپور (و۔ پی)، ضائل دیوبند پیر آہی بخش کالوی۔ کراچی (پاکستان)۔

عامر عثمانی پر نظر برداشت کوئی فوراً پریس دہی سے چھپا کر پہنچنے دفتر تحریک دیوبند سے شائع کیا۔

اعمال محرّن

خدا۔ کمارکوں کی لفڑا سے ٹھاگئی یہ ہم نہیں بتا سکتے۔ خط اُنے پر دوبارہ نصیحتے ہیں بجھا دفتر نے بکل نہیں بر تائے۔ لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ دریانی کو مفرماوں نے اسے بھی روکایا جائے دیتا۔ نہ بھی ضروری ہے کہ ہر خط لکھنے والے کو دوبارہ بچھا دیا گیا ہو۔ آخر اتنا فہل پر چھکاں سے لا یا جائے کہ اگر ایک چیپ غدر کر دی جائے تو اسی ہی طریقے دری میں کھیپ ہو دیتا گی جاسکے۔ دیسے باوس نہیں ہرنا چاہئے۔ تھیں آج تک بھی جوں کا جعلی نہل کا ہوہہ دفتر کو خط ضرور لکھیں۔ کیا عجب کفرماں کی تعمیل ہو ہی جلتے۔

آفات و خادت کی زدے کوں باہر ہے۔ داد ٹالکے طور پر نہیں بلکہ بطور اطلاع عرض ہے کہ آپ کا جعلی بھی جوں کے چیختے ہیں ایک پیر اسرار نام کی افادت سے دوچار ہو جاتا ہے۔ ہزاروں نہیں گرتے پرچے پاکستان حضور جاتے ہیں کہ الگروہ اپنے اپنے ٹھکاؤں پر نہیں ہیں اور منتظر اقتیشناک ایت نامنے لکھنے شروع کر دیں تو ان کا جواب دینے کیلئے دو طبقی طھاں پڑیں۔ سرماں دار پریچے دشائشی بھی آسانی سے بھاکتے ہیں مگر تخلی چیز پریچے۔ جھیں لخت دل کھلانے اور خون مل جانے پریچے ہی سے فرصلت نہیں ملتی اس سرماں کو بھی نہیں کوئی سکتے کہ صبر کی سلسلہ پر تکمیں اور تماج کو اللہ کے سپرد کر دیں۔

مسلم کنوش [ابو ہاشم علیکے دارالسلطنت میں سلم کنوش] سلم کنوش کے نام سے ایک افغان منعقد ہو گئے۔ انعقاد سے قبل ہم اس سے کچھ توقعات والستہ کی سچیتھے جوں کی جہاں بھاری گذشتہ تحریروں میں بھی موجود ہے۔ لیکن جبکہ کافر اس منعقد ہو چکی تو ہم خاموش ہو گئے۔ بہت سے ہمدرات کو حیرانی اور شکایت ہے کہ جوں میں اس پر ہم نے کچھ نہیں لکھا۔ ہم اسکا جواب بس بھی دے سکتے ہیں کہ لکھنے کا کوئی فائدہ نہیں ظفر نہیں آیا جس وقت تک اس موضع سے ہم دپھی یعنی رسمی اس وقت تک یہ راز نہان مکشف نہیں ہوا تھا کہ کنوش کرنے والے ایک ایسے نازک موقد پر بھی جب بھارتی اہم سلوک کی مرکز دستیت کا مستلزم درپیش ہے لفظ سلم کا ترجیح کا نکیں ہی کی ڈکٹری سے لیں گے اور ان کے سیاسی مفادات کے آئے ملی تصورات کا پھراغ نہیں بل سکے گے۔ جو اصلاحات کے لگتے تھے انکے تصوراتی نہیں

خدا ہی جلنے ہند پاک کے درمیان کس تنزل پر جوں کے جعلی کو صبیں دوام کی سزا دی گئی۔ یہ بھی نہیں علم یکوں دی گئی۔ صرف اندازاً کہا جاسکتا ہے کہ اس میں پاکستان کے عالمی کمیٹی کی پورٹ پر علیکے پاکستان کا وہ بصیرہ نقل کر دیا گیا تھا جس میں اگرچہ کوئی بات ایسی نہیں تھی جو کسی الفاظ پنڈ کے لئے وجہ نہار افکی ہو، لیکن اس کی اساعت خداوندان پاکستان کو ناگوار گذری ہے۔ یہ ناگواری قانون سے کوئی تعین نہیں رکھتی۔ پاکستان ہی کے جس سریجے سے ہم نے اسے نقل کی تھا اسے دیاں کا قانون چیلنج نہیں کر سکتا ہے ایک تاریخ میں ہمیشہ ہوتا آیلے کے بعض تو گوں کی مرضی ہی قانون بن جاتی ہے اور اس کے آگے دستور و ایمن کے تما نما ہٹے دھرے رہ جاتے ہیں۔ اس عملیتے میں بھی شاید ایسا ہی ہو اے۔ کچھ بھی ہو۔ ہم تخلی کے پاکستانی ناظرون کو مطلع کر دینا چاہتے ہیں کہ جوں کا جعلی بھی انھیں حسب معمول بھیجا گیا

حضرتوں کا سبب بن سکتا ہے۔
تیسرا نقصان یہ کہ مسلمانوں کی رہی بھی ہوا بھی اُنکو
مجھی ہے۔ اب اکثریت کو یہ انویشہ نہیں رہا لکھوڑستانی
مسلمان کی بھی حرمتی میں دینی و ملی اتحاد کا کوئی بُر امظا ہے
کو سکتے ہیں۔ وہ نہیں ہو گئی کہ جس بیاست کا فسلا دہ
اس نشاٹی گردی میں ڈالا ہوا اس سے یہ بھی جان چھپ لانے
کی وجہات نہیں کر سکیں گے۔

چوتھا نقصان یہ کہ حقیقی فرقہ پرستوں کو نئے نئے اٹھانے
خوبی سرگرمیاں دکھانے اور مسلمانوں کی اناطہ بند کرنے کے
لئے تازہ تازہ موقع مغلیا۔ مسلم کو نیشن اور اتحادی مسلم کو نیشن
ہوتا ہے تو اس کی کوئی پرواہ نہیں بھی کہ فرقہ پرستوں پر اس کا
رو عمل کیا ہو لیجئے، لیکن جمالت موجودہ یہ رو عمل ایسی بلانے
جو خواہ خواہ سر برٹ گئی ہے۔

النکبات یہ ہے کہ جن خداوندانی ثغرت کی لذاری
دناز برداری میں کو نیشن کرنے والوں نے مسلم "کا ترجمہ
"فرقہ پرست" کیا تھا اور جھاتی پر سیکولر ازم" کے طفے
لگائے تھے وہ بھی بخوش نہیں ہیں۔ میڈیا نہر و جیسا
"مسلم نواز" کہتا ہے کہ اس کو نیشن سے نقصان ہوا ہے اور
بھی تو کھکھ پہنچاتا ہے۔

لو دہ بھی کہتے ہیں کہی سندھ قائم ہے
یہ تو کہتے یہ لیکن سرسری اور مسلم کو نیشن "چونکہ
اپنے مضرورات دعوا قبکے اعتبار سے کامگیری ہی کے تابع
زندگانی کا ایک لیگنڈ بن گیا ہے اس لئے ارباب عزو مجاہد
ذری رکھ رکھاوے کام لئے ہیں ورنہ خوش نہ ہوں پر یہ
حقیقت واضح ہونے میں زیادہ دری نہیں لگتی کہ۔

ساری دنیا کے ہیں وہ میرے سوا
میں نے دنیا چھوڑ دی جو کئے

دوسری راستے یہ ہے کہ کامگیری حکومت کے زیر
سامنے مسلمانوں کے ساتھ جو نا انصافیاں لی جا رہی ہیں نے سے
دنیا یہ خبر تھی اب کو نیشن نے اس سے خبری کو درکردیا ہے

لئے کہ بعد میں میں آئے والی خورست مال کا اندازہ گیا
جا سکتا۔ لیکن باہر ہو گا، میں نے جو کہ "آغا زکن" میں یہ
خطہ ظاہر کیا تھا لہ روز نامہ "احمیہ" نے کسی دیاضی الرحمن کا
زہر طار سلاسل کر کے نیک نیتی کا ثبوت نہیں دیا ہے۔
دعا صرفاً کہ بعد میں ظہور پذیر ہوئے والے دو قاع نے اس
خطہ کو تحقیقت کر کے کھایا اور جو بھی سے ہم مقاومت کر رہی ہے
کیا ہمیں اور کیا نہیں۔ اپنوں کی خالقہت کوئی خوشگوار
کوئم نہیں ہے۔ گریضی کے خلاف تصدیہ خوانیاں بھی ہمارے
بھر سے باہر ہیں۔ گوئی مشکل و گریٹ گوئی مشکل۔

یہ حال اپنے طور پر ہم پھر کہتے ہیں کہ یہ دشمن میں نہیں ہیں۔
اپنے میا سستھی کوئی فیصلہ دین تو دیں۔ ہاں دُنہ تباہ
رائیں کشی ہم نے بھی ضرور ہیں۔ آپ خود منکر کرنا چاہیں تو
لیکچہ ان کا ذکر کئے دیتے ہیں۔ ایک راستے یہ ہے کہ مسلم
کو نیشن کا فائدہ جب بھی کچھ نکالے گا دیکھا جائے گا۔ نقصان
پاٹھوں پا تھم سمجھ جکا ہے۔ پھر نقصان یہ بھی کہ جن مسلم
جماعتوں کو اکثریت کا سامراجی ذہن صرف اس وجہ سے
فرقہ پرست کہتا تھا کہ اسلام اور مسلمانوں کو اکثریت کا
تاریخ ہیل بنانے پر خوشی سے آمادہ نہیں ہیں انکے "فرقہ پرست"
ہوئے پر خود مسلم کو نیشن والوں نے ہر تصدیق ثابت کر دی
ہے۔ اپنے اس کارنامے پر قوم پرست مسلمان فی الوقت چاہے
کتنا ہی خوش ہو لیں گے مستقبل تاریخ ہمارا اس طرح کی حکومتوں
کا اسی کام کا سر لسی کے سوا کچھ نہیں۔ یہ بہت بڑا نقصان
ہے خوسلم کو نیشن نے امت مسلم کو سمجھا ہے۔

دوسری نقصان یہ کہ اس کو نیشن نے کیوں نہیں کی پڑھ
تھکلی ہے اور اپنے والستگاران عقیدت کو بتا شریلے ہے
کریمیوں سے مفاہمت "مال میں اور اشتراک قیمت عاون
کوئی بُری چیز نہیں ہے۔ ہاں بدی سے بد تجزی اگر کچھ ہے تو
یہ کہ اُن جماعتوں کو پاس پھنسکر دیا جاتے تو اسلامی خطوط
رسونے کی حاصلت میں گر قرار میں۔ کریمیوں کو زیست
تعفل بنالیا جائے تو کسی نقصان کا خطہ نہیں مل جاتے
اسلامی بیسی جماعتوں کے افراد کا پائیں پھٹکنا ہو لے۔

بانگلہ نظر انداز کر دینا حکومت کے لئے ممکن نہیں ہے۔

اس دوسری رائے کو اگرچہ متعدد پروپریوں میں بنا کر کے یہ باور کرانے کی کوشش کی جاتی ہے تو کونومنشن کے فائدہ کی فہرست کافی طویل ہے لیکن لفظوں کے گور کو دھنے سے ہے پڑھ کر مفرغ کو دیکھنے تو فلاصری بھی سکھ جو پہنچ عرض کیا۔ اب دونوں مقابل آراء آپ نے امامت ہیں۔ مواد نہ کسے خود کی لفظ اور نقصان کا تناسب نکالنے پر ہے

او جو نکار اس میں وہی لوگ شرک تھے جو کی قوم پرستی ادا میکوں رازم دوستی سند کا درجہ رکھتی ہے۔ اس لئے ان کے انکشافت و میانات پر دنیا کا یقین کر لینا صیغہ قرآن قیاس ہے۔ اس لئے کے حال یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کونومنشن سے مسلمانوں کے وجود، خوف اور پرالنڈہ جیاتی کے امر ارض میں افاقت ہوا ہے اور ایخیں اپنی طاقت اور اپنی اجتماعیت کے احساس کا موقع ٹاہے۔ نیروہ کہتے ہیں کہ کونومنشن نے تجاوز کے ذریعے حکومت سے جو مطالبات مکمل ہیں ایخیں

شامہ جہاں کے ایام اسی سرمی اور عملہ زندگی میں

اُس دور کی تاریخ جیسے تاج محل کا خالق اپنی زندگی کے آخری لمحے پس دیوار زندگی کی اور رہا تھا۔ جب پھر سلطنت پر ادبار کے بادل چھا بے ہوئے تھے شامہ جہاں کی پڑھی انہیں اپنے بیٹوں کو ایک دوسرے کے خون کا پیسا سادیکھ رہی تھیں، جب ہن رہستان کی سیاست ایک نیا میرٹر ہی خیلی ایک عینی شاہد کے قلم سے۔

قیمت مجلہ بارہ روپے
کتاب نگی [امام بخاری کی الادب المفتر کا اندو مرجم]
بہترین اخلاقی تعلیمات پر مشتمل حادث کامفید ترین جو یونیورسٹی کے جامع امام بخاری رحمۃ اللہ علیہم - قیمت مجلہ آٹھ روپے۔

عظمت ماتحت اسلام [امیر اکبر شاہ تھبی پادی
ذین حجم جلد وون میں تکمیل میٹھوڑ
زمانہ تاریخ تعارف کی محاجج تھیں۔ پاکستان میں عمده کاغذ اور روشن طباعت و کتابت کیسا تھا چھپی ہے۔
قیمت فی مکمل سیٹ جلد چھپتی ہے۔]

حضرت خدیجہ الكبرى [ام المؤمنین حضرت خدیجہ کے ایمان اور فرد
آیات بنیاءں ایلی شیعے کے بطلان عقائد منحرۃ الانوار
اور شہور کتاب جس میں خود شیعہ مذہب کی
کتب اور ان کے تراجم کے خواص پڑھ کے فضائل اور علایاں
زبان میں لکھے گئے ہیں۔ سچے اور عرب میں بھی فائدہ اٹھا راشدہ کتابت کیا گیا ہے اور شیعہ مدحیب کی حقیقت ظاہر کئے گئے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ۔]

امہماً چراغ راہ کے اسلامی قانون نمبر دو صفحہ چند خاص نمبر

انظاریہ پاکستان نمبر دھنی ۱۹۴۵
پارک روپے • سالنامہ نسخہ ڈیڑھ روپیہ • سالنامہ
صفات ۲۵۰ روپے • قیمت دھنی روپے۔

بدعت کیا ہے؟ ایجاد میں ایک بہترین کتاب۔
قیمت مجلہ تین روپے

بخاری کے دو احمد نمبر خاص نمبر ڈیڑھ روپیہ
خلافت نمبر ایک روپیہ
اُندو سے عربی میلے کیلئے ایک
الفاموس چاریدہ جدید لغت جو اقادیت میں بیظیر
ہے۔ ہزاروں الفاظ، روزمرہ کے محاورے فیض مطلاعیں
وغیرہ۔ قیمت مجلہ سائیٹ روپے۔

مہماً ماتحت العابدین [امام غزالی عزیز کی سب سے آخری
کی تعلیمات و ارشادات کا خلاصہ اور فن تھوفہ کا بخوبی
ہے۔ قیمت مجلہ چھ روپے۔]

آیات بنیاءں ایلی شیعے کے بطلان عقائد منحرۃ الانوار
اور شہور کتاب جس میں خود شیعہ مذہب کی
کتب اور ان کے تراجم کے خواص پڑھ کے فضائل اور علایاں
زبان میں لکھے گئے ہیں۔ سچے اور عرب میں بھی فائدہ اٹھا راشدہ کتابت کیا گیا ہے اور شیعہ مدحیب کی حقیقت ظاہر کئے گئے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ۔

نقد و احتساب

تفصیل تجھ مشتمل

تقریب تیسری اور آخری قسط

رسول اللہ کے فعل و قول کی سووی پر جانچنے کی ضرورت سے نہ صحیح و ائمہ کی رہنمائی حاصل کرنی لازم ہے نہ یہ دیکھنا ہے کہ درست فقہاء بھی ان جیسا قول کر رہے ہیں نہیں بس انھوں نے قول کر دیا اور تمام احباب یقیناً یہ سند لازم ہوا۔

ہم کہتے ہیں صاحب نور الایضاح کا قول صحبت اور سن یہیں ہے جب کہ فہماۓ احادف کی معروف تکمیل اس کی تائید نہیں کرتیں۔ ان کے قول کا نفس خود انکی عبارت ہی میں موجود ہے تبریزی کے اس کے وہی معنی لئے جائیں جو مولانا رہے ہیں۔ ملا حضرت فرمائیے:-

اویس تھب للد مام ر بعد
ہٹ جاتے بائیں جانب خدا
سلامہ ان بخول اسلے
یسار پستلو ع بعد الفرض
کیلئے اویس تھب، یہ بات کہ
و ان پستقبل بعد النہیں
و مستحضر دل اللہ دریغہ ان
آیۃ الکرسی آخر
الکرسی پڑھیں۔ الی آخرہ

+ + + + +
اب ہر صفت مراج غور کرے کہ جن فرائض کے بعد سنن ہیں ان میں ہمیشہ ہوتا آیا ہے اور آج بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ چھ مقدمہ تو سنن کے علاوہ بھی ہر دو قسمیں ہیں جس کی وجہ سے یہ ممکن ہی نہیں ہوتا کہ تسبیح و قیامت فارغ ہوں۔ پھر و مقدمہ یہ ہم مقدار سنن پر ٹھہرے ہیں ان کا بھی ایک ساختہ فارغ ہونا ضروری نہیں کیونکہ ہر ایک کی رفتار مختلف ہوتی ہے۔ کسی نے دو سننیں تین منٹ میں پڑھیں تو کوئی پائچ منٹ میں

مولانا فرماتے ہیں :-

جب فقہاء کی روایتوں سے ثابت ہوا کہ سنن کے بعد مکار نام خوب و ستحب کے نویسی صورت میں جد کے سنن کے بعد یہاں حیدر آباد میں جیسا عمل درآمد ہے کہ فاتحہ مکار پڑھتے ہیں تو اس پر ثواب بھی مرتب ہو گا۔

اس سے قطع نظر کہ روایات دین و شریعت میں صحابہ کرام ہی کی تصریح ہیں ان فقہاء کے فکر و تفہیر کو روایات "نہیں کہا جاتا۔ ہم کہتے ہیں کہ فقہاء کی دہ روایات مولانا نسپتیشی ہی کہاں نہ رکھی ہیں جن سے سنن کے بعد عمل کر دعا کر نام غرب و ستحب ثابت ہو۔ انھوں نے خواہ تجوہ غیر متعلق روایات سے صفات میں اضافہ کیا ہے۔ مثلاً رد المحتار سے عبارت نقل کی :-

"اما کے لئے بخوبی عصرِ قوم کی جانب پڑھ کر بھناستحبے، الگرچہ کم مقدمہ دس سے کم ہوں بشرطیکہ امام کے رد بر و کوئی مصلحتی خاتم زیر پڑھ دے پہاگر چودہ نماز پڑھنے والا دوہی کہوں نہ ہو اور بھی غدر ہے"

باتیل ہے اس کا نفس بحث سے کیا تعلق ہے۔ بحث تو ہے سنن کے بعد اجتماعی دعا و فاتحہ کی۔ بخوبی خارج از بحث ہیں کہ ان کے بعد سنن ہی نہیں۔ نفس بحث پر تو ہوا ناصرف فور الایضاح سے ایک عبارت نقل کر کے ہیں اور اسی پر فقہاء کی روایتوں کا اطلاق فرمائے ہیں گویا فور الایضاح کے صفت حسن بن علی الشربی لای اتنے بڑے امام دمجہد ہو گئے کہ ان کے قول کو نہ تو

اگر ان کا مقصود ہی ہوتا۔ کہ سنن کے بعد امام مقتدیوں کی طرف رُخ کرنے پڑتے اور وہ کچھ پڑھ جیسے انہوں نے آگے بیان کیا ہے تو کوئی وجہ بھی نہ وہ مقتدیوں نے بھی بعض ہدایات پیش نہ کرتے۔ پیش نہ کرنے کی صورت میں یہی تو سبھی مزوروں معاوی ہوتی ہے کہ امام کے لئے لوگوں کی طرف پڑھ کر کے پڑھنے کا استحباب وہ عصر و فجر کے باقی میں پیش کر رہے ہیں۔ انکی جماعت کے متصل بعد ظاہر ہے مقتدیوں کا اپنی جگہ موجود ہونا امر معلوم ہے۔ اسلئے کوئی اور اپنی بھڑی ہی نہیں ہوتی۔

مثال یہ کہ اگر حماری تمام معروضات میرے صرف انی ہی بات لمحوار رکھ جلتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عموماً محسوس میں پڑھنا احادیث صحیح سے ثابت ہے اور سنن کے بھی صحابہ کے ساتھ اجتماعی دعائیں ایک بار جھیلت ہیں تو اُس طریقے کے بعد ہونے میں کوئی تکشیب نہیں رہتا جیسے شدید کے ساتھ مستحب قرار رہا جا رہے۔ اپنے دیکھنا ہے جس کے بعد بھی عبد اللہ بن عمرؓ رسول اللہؐ کا معمول یہی بتا رہے ہیں کہ آپؐ مفترضے جاتے تھے اور وہ ہر سنن پڑھتے تھے۔ پھر ادنیٰ اس اشارہ بھی ان کی یا کسی اور صحابی کی روایت میں ایسا نہیں ملتا جس سے اندازہ ہو کہ اس زمین موجود صحابہ سے آپ یہ فرمائے ہوں کہ میں تو ہر میں سن پڑھنے جا رہا ہوں تم مدد ہی میں ٹھیکہ رہنا سن پڑھ کر میں آؤں تک اور اجتماعی دعائیوں کا۔ پھر آخر میں بیان پر حیدر آباد میں راجحؓ اس طریقے کا استحباب بیان کیا جا رہا ہے کہ سنن جو کے بعد لوگ مل کر فاتحہ پڑھتے ہیں!

دعایم سر افضل ہے نہ کہ تہجی، اب ہم جہد پر کے بارے میں پھر عرض کریں گے۔

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ نہیں کہ ذکر دعایم آواز بلند کرنا کرنا حرام ہے۔ نہیں یہ اسے جائز سمجھتی ہیں، لیکن ذیادہ بہتر اور افضل ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جو سے پرہیز کیا جائے اور

ٹھیک ہے گا۔ حاصل یہ کہ ایسا بھی نہیں ہوا نہ آج ہوتا ہے کہ تمام مقتدی سنن سے فارغ ہو کر میانہ بیعت میں بیٹھ کر ہوں۔

لیکن نور الایفصال کی عبارت میں سنن کے بعد امام کو لوگوں کی طرف پڑھ کر کے پڑھنے اور اجتماعی دعاء و حمد کرنے کا استحباب اس طرح بتانا یا حاصل ہے گویا سب کا زریں کا سنن سے فارغ ہو کر دعا کے انتظار میں بیٹھنا اکستھے شدہ بات ہے۔ حالانکہ یہ خلاف مشاہدہ ہے۔ اگر فقہاء کے ہیاں داقعہ یہ طریقے مستحب ہوتا تو لازماً وہ یہ بھی فرمائے کہ جو لوگ وہ سروں سے سچھ پہلے سنن سے فارغ ہو جائیں وہ بیٹھ کر انتظار کریں تاکہ جب سب سبق میں سے فارغ ہو جائیں تو امام کے ساتھ اجتماعی دعاء ذکر کا فعل مستحب انجام دیں۔ لیکن ایسا ارشاد کسی فقیر کے ہیاں نہیں ملتا۔ اس احادیث میں اس کا انشان ہے۔ اس کے برخلاف عالمگیری میں تو رکھا گیا ہے جن غمازوں کے بعد سنن ہیں امام ان کے متصل پتھر طولی ذکر و حمد میں مشغول ہے ہیو، بلکہ اپنی جگہ سے کچھ ہیٹ کر سنن پڑھ سکے یا مگر حلا جائے۔ سنن کے بعد اجتماعی دعا کی کوئی ترغیب نہیں کوئی اشارہ نہ کرے ہے۔

تابت ہو اکہ نور الایفصال کا قول دُور از کار ہے اگر اس کے وہی سختی ہوں جو مولانا لے رہے ہیں۔ لیکن پمارے خیال میں یہ قول دوسرا میں معنی رکھتا ہے یعنی یہ کہ دیستحب لله ما مبعد سلامہ ان یتھوں الى پیسارہ لتطوع بعد الفرض تو ان غمازوں سے متعلق سے جن کے بعد سنن ہیں اور اس کے بعد جو لوگوں کی طرف منکر نے کا استحباب بتا رہے ہیں وہ جو عصر کے لئے نطوع کی طرف نہیں، بلکہ مسلم اور کی طرف راجح ہے۔ اسی لئے انھیں اس الحجہ کو درکریت کی ضرور محسوس نہیں ہوتی کہ سنن دنوں تک تو لوگ مختلف رفتار سے پڑھتے ہیں اور فارغ ہو کر رخصت ہوتے جاتے ہیں

جہر کی مانعت سے کامل حموشی و اخفاام مطلوب ہوتا ریا دہ
قرین قیاس ہے۔ تیسرے روز مرہ کی زبان میں جہر "سر"
ہی کے مقابلے میں بولا جاتا ہے اور اسی زبان کا الحاظ کرتے
ہوتے فقہ میں ستر و جہر کی اصطلاح میں راجح ہوئی ہیں۔ فخر
مغرب اور عناء کی نمازوں کو "جہری" کہا جاتا ہے تو اس کا
مطلب ہمیں بوتا کہ نظر و عصر کی نمازوں میں دبی دی اور اس میں
نشہ آتا کرنا درست ہو گا، بدنہ مطلب ہوتا ہے کہ نظر و عصر
تین قرأت کو کامل طور پر ستر و خفیہ رکھا جائے۔ خوف یہ
کہ خود قرآن میں "جہر تھوڑا" سر ہی کے مقابلے میں تعلیم
ہوتا ہے۔

سورۃ انعام رکوع مدلیں ہیں ہے:-

وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ رَبِّي اَنْشَدَ اَسَانِي مِنْ اَدَمَ
وَنَّى الْأَرْضَ يَعْلَمُ مَا شَاءَ لِمَ زَمِنٍ میں جاتا ہے تمکے پھے
وَجْهُهُ كُمْرٌ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ اور کھلے کو رہا جاتا ہے جو کشم کریتے ہو
ظاہر ہی ہیاں جہر استمرار و صرف یہ نہیں کہ جہریں
بہت زیادہ نمایاں ہیں ابھی کو انت رہا جاتا ہے بلکہ کوئی شے
خواہ نمایاں ہو یادی اور غیر نمایاں۔ اسے بھی اللہ جانتا ہے۔
جہر کے علاوہ جو کچھ ہے وہ "سر" ہے اور اسے بھی اللہ جانتا ہے
اسی سورۃ کے پانچویں رکوع میں ہے:-

إِنَّ أَكْلَمُ عَذَابَ اللَّهِ إِنَّ أَكْلَمُ عَذَابَ اللَّهِ
نَعْتَةً أَوْ بَحْرًا أَوْ هَنْلَانِ يَا نَاهِرًا ہر کوں بلکہ ہو گا
يُعَذَّبُ اللَّهُ أَقْوَمُ الظَّمَّوْنَ سوائے ظالموں کے۔

یہاں وہ طرح کے ہزاروں کا ذکر ہے۔ ایک وہ جو
دغناً اور بچے دوسرا وہ جو دعستانہ آتے، بلکہ پھٹے سائکے
کچھ اکثر ظاہر ہوں۔ تو ہم سکتا ہے کہ کبھی تو یہ آثار بہت ناہیں
ہوں اور کبھی بہت دھنسے۔ غیر نمایاں، کبھی دو کوہ قسم کے
ہوں۔ دونوں ہی شکلوں پر اللہ تعالیٰ نے "جہر" کا اطلاق
فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہو کہ مکمل خفاہ اور سر کے بعد
ہی "جہر" کی عدیش روشن ہو جاتی ہیں۔

سورۃ الاعلیٰ میں ہے:-

إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا
عَجَّلَ وَهُوَ اللَّهُ جَانِتَهُ لَهُ

نماز کے بعد لوگ خاموشی سے اپنی اپنی دھائیں بانگلوں نہیں
پڑھیں۔ یہ واقعہ ہے کہ دلائی جہر اور سر دنوں کے حق میں
موجود ہیں اسی سے کسی ایک کو غیر جائز کہنا مشکل ہے۔ لیکن یہ
جن دلائی کی بناء پر دعا بالستر کو افضل سمجھتے ہیں وہ یہ ہیں۔
سر کے پہلے قرآن کو سمجھے کہ یہ اصل اور مقدم تر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے واضح اوضاع میں حکم دیا:-

أَذْعُوْ سَرِّكَمْ لَعْنَتَهُ عَلَىْ أَنْ يَرَبُّ كُوْكَارَ وَ كُوْكَارَ
خَسْبَهُ أَنَّهُ لَا يُحِبُّكَ أَوْ رَبِّكَ هُنَّ بَنِيَّهُ
الْمُعْتَدِلِينَ۔

(صورة اعافت رکوع مدعى) دلوں کو۔

"دعا" پکاری کو کہتے ہیں اور دعا ہی کے باشے میں یہ
آیت اسرار و حموشی کی تعلم دے رہی ہے۔ دعا میں تضرع اور
اخفاہ کا حکم دے کر یہ کہنا کہ اللہ درستے ہیں والوں کو
پسند نہیں کرتا بظاہر ہی معموم رکھتا ہے کہ بھائے اخفاہ کے
زور زور دعا کرنے احمد سے تجاوز ہے جسے اللہ جو بیہیں کہتا
اسی سورۃ اعافت کے پوچھیوں رکوع میں ہے۔

وَإِذْ لَمْ يَرَكِ فِي نَفْسِكَ أَوْ يَاكِرَتَ رَاهِهِ لَمْ يَرَ ربَّكَ
لَعْنَهُ عَلَىْ خَيْفَةٍ وَدَعْوَةٍ دل میں گردگرستے ہوئے اور دعویٰ
الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ وَالْفَدْعَةِ ہوئے بغیر آداز بفت دے
رالا صافی۔ صحیح شام۔

اس آیت میں نصرف دعا کے لئے بلکہ مطلق "ذکر"
کے لئے جہر کی صفات صاف مانعت موجود ہے۔ اگر کوئی
پوچھے کہ "جہر" زیادہ بلند آواز کے لئے بولا جاتا ہے۔ اگر
آواز کو کچھ پسپت رکھا جائے تو اس پر "جہر" کا اطلاق نہیں کیا جا
تو ہم جواب دیں گے کہ بتے شک جہر کے لغوی معنے تو اعلان
ہی کے ہیں اور جاؤ اداز دبی دبی ہوں ایسین "جہر" کے
دائرے سے خارج کھانا جاسکتا ہے۔ لیکن اول تو خود آیت
میں فی نفسک را پنے دل میں کے افاظ موجود ہیں۔ ان کے
 واضح پروارک صرف اعلان اور زیادہ بلند آواز ہی کا استعمال
پسند نہیں بلکہ کامل حوشی ہی مطلوب ہے۔ دوسرا سے
آیت سابق میں صفات لفظ "خفیہ" موجود ہے اسکے

یخفی

مواقع اس سے مستثناء ہیں جو کے لئے میں حکم ورگے
قول فعل سے جہر کا پتا چلا ہے مثل لتبیر وغیرہ۔
امام نوری مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں:-

”ابن بطال نے کہا کہ جن بھی مذاہب کی پروردی
کی جاتی ہے ان کے پروردگاری اور ابن حزم شمس کے
سو احتمام اور لوگ بھی اس بات پر توافق ہیں ہر
ذکر و تکمیر میں آواز بلندگر نا مشتبہ نہیں ہے“
(باب الذکر بعد المصالحة)

صاحب درخت ارکتھے ہیں:-

”جن لوگوں کا مقصود سیکھنا اسکا ناہون کے
ملادہ سبکے سے مسجد میں ذکر کے لئے آواز بلند
کرنا مکروہ ہے۔“ (فتح اللہم جلدیت ص ۱۷)

شادی برازیر میں اسے کہیں تو حرم ہی کہدیا گی
ہے اور کہیں صرف جائز تباہیا ہے۔ استحباب نہیں
مانا گی۔ فتنی خیرتی میں بھی کراہت مذکور ہے۔

اب الگان بعض روایتوں کو دیکھا جائے جن سے
ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ نے مسجد میں ذکر و دعا کے
لئے آواز بلند کی تھی تو عقین کا فیصلہ ہے کہ صرف تعلیم
کے لئے تھا۔ چنانچہ امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ
اگر مقصود تعلیم دینا پڑتے تو امام ذکر و دعا میں آواز بلند
کر سکتے ہیں اور سیکھنے کی خاطر مقتضی بھی ہم آواز بلند ہو جائیں
تو کوئی حرج نہیں، لیکن جب مقصود دعا ہو جائے تو
رسو خدا کو اختیار کرنا چاہئے، لیونکہ ذکر و دعا میں اخفار
ہی اجمل ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ صرف انھی دلوں اماموں کی طرف
نہیں بلکہ صحابہؓ کی تھی یہی راستے تھی۔ آثار اس پر شاید ہیں
نوٹے کے طور پر ایک استدلال ملاحظہ ہو:-

مسلم کی روایت ہے کہ ابو عبدیت بنیان کیا۔

ان ابن هبیاس اخبارہ این جاس نے ان کو
ہان رفع الصوت بالذکر دا بوجد کو خردی کر رسول اللہ
نهیں پیغایف المناس سے اور اللہ علیہ وسلم کے عہد میں

بھئے کو اور میں بھی ہو چکا ہو رہا ہے۔

”بھئے کو اور میں بھی ہو چکا ہو رہا ہے“ سورہ نبیاء کے ایک سوری رکوع میں ہے۔

لکھجیت اللہ تعالیٰ الحکم بالشروع اور تعلیم اپنے ہمیں کرنا کسی کی بھری
میں القول اکا من مظلوم بات کا ہا برکت انگریز کو حکم بولنا ہے
یا ان بھی ”بھر“ مل اخفار اور پرده پوشی کے مقابلہ
میں بولا گیا ہے ورنہ کیا یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ ہم ڈنکے
کی چوٹ تو کسی کی بھرائیں بیان نہ کریں مگر دی دی آواز
میں اگر لیں تو کوئی حرج نہیں۔

محصری کہ مسادی لگاہ میں دونوں الجھمن والقول
سے مراد ہی ہے کہ اشتکی یاد بسرا بلاؤ ادازہ بھری ہے۔

الحمد للہ کہ وہ اذکر میں ستر و خفا کا اصل ہونا قرآن
سے ظاہر ہو گیا۔ اب حدیث کو دیکھنے، خواری مسلم میں تو
آئی ہے جو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو ”بھر
اور رفع صوت سے منع فرمایا ہے۔ علام متفق وغیرہ اس سے
ستر و خفا پر استدلال کرتے ہیں اور یہ استدلال مشہور
حقیقی عالم ملکی قاری نے بھی نقش کیا ہے۔“

او استدلال البیهقی و
غیرہ الطلب اکا سورہ

بمحض الصیحہ ہم امنہ
علیہ النسل و مرام وہ مہر
یترک ما کساوا علیہ

من رفع الصوت بالعقل
او اذ بلند کرتے تھے اذ فرمایا تم

گسی ہر سے کوئی کسی ناٹک نہیں
پکارتے ہو اذ بلند تو خیما رہے

سمیع قریب والمرفات
بجز باب الذکر بعد المصالحة

پھر خود علام قاری نے اپنی راستے کا اطمینان فرمایا
ہے کہ ناز کے بعد والی دعائیں اور سیجیوں میں ہی نہیں تمام

ہی اذکار میں اسرار و اخفار سنت ہے۔ المتقن لیے

تام عملیت سلف و خلف متفق ہیں تو ہم بلا ادنی خود پسندی کے اور سے کہتے ہیں کہ ان کا دعویٰ قطعاً مغلابی واقع ہے۔ جو بن روانہ پر تحریک، وہاں بطور عارض نکے ہے اصل امر ایسا اخفاہی ہے تفسیر وحی المعانی میں جو برئے تعلق آیا کہ ذیں ہیں تھیں سے بتایا گیا ہے کہ جہاں کہیں بھی دعا و دُنیا جو تحریک، وہاں کسی عارض کی وجہ سے ہے نہ کہ اصل۔

خواہ نواہ اپنے پسندیدہ مسلک کو سلف و خلف کا متفق علیہ مسلک فرار دیدیا امام شعرانیؒ کی زیادتی ہے پاچھوڑ کی اس کے برعلاف علمائے شیعہ محمد علیؑ سعی کا رسالہ مسلمانوں کی مدد اسی سیل الدعوات دیکھئے۔ اب وہ صاف لکھتے ہیں:-

اعلم انه لهم خلوف
چاروں بنا پر کے مابین اس جو
کوئی اختلاف نہیں ہے لدعا
سر اہی سخوب ہے۔

فتح المعین (مع المتن) میں ہے:-
وست ذکر و دعاؤ سو بتعقبها اور نماز کے بعد ذکر و دعاؤ خوشی کے ساقط میون ہے۔ یعنی ذکر و دعاؤ ساقط اصل صلوٰۃ ای لیعن الاصلوٰۃ
لهم انفرد و مسامر
دوں جو مفرد اور ای اور قدری
ہر لک کیلئے خوشی ہو سکتی ہے۔
واعداً۔

حافظ ابن حجر کی شرح عجائب ہے:-
او اصلی کے لئے جب کوئی مفرد
پس امقداری ہو سون، یعنی میکر
الجروح میں انص کے حوالے سے
ذکر و سچے بات کو اصل حکم کر
کثرت سے دعا اور ذکر اللہ کو
خوشی کی اصطہنی کر لیا جی راحت
صحیح ہے۔

مسلک ایجادات کے صفت نے خالیہ کی مقدار
نفعی روایات بیان کر کے ان کا موقف یوں بیان کیا:-
واعداً عاء سو افضل و
جهر القوله تعالیٰ ادْعُوا
او متری دعاجزی دعائے افضل
ہے۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا "پکارو

من المکتبہ کاں علی ذکری آزاد بلند ہوتی تھی جو بیک
محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ واصفہ علیہ السلام
اور ابو عبد الرحیم کے ہیں کہ اب جاس
بن عباس کفت اعلم نے فرمایا جب میں یہ آواز من دیتا
تمام کمہ جاتا تھا کہ فرض نہاد ختم
اذ الفخر فو بذ الملاقو اذا
سمعته۔

سورتیں دو ہیں۔ یا تو این عجائب اس وقت کم عمری
کے باعث مشریک جماعت نہ ہوتے تھے اور خارج از حدود
رہ کر ذکر کی آواز سے جماعت کا ختم ہو جانا اخذین جلوں ہوتا
تھا۔ یا پھر وہ سمت پچھے ہوتے تھے کہ حضیر کی آواز سلام
وہاں تک پہنیں پختی تھی اور پھر ذکر کی آوازیں بی فصلہ کرتی
خیس کر نہاد ختم ہو گئی۔

جو بھی صورت رہی ہو یہ بہر حال ثابت ہوتا ہے کہ
رسول ائمہؐ کا آزاد ذکر و دعا کرنا صحابہؐ کو معلوم تھا لیکن عجمی
اخنوں نے اسے سنوں نہیں سمجھا اس پر عمل کیا بلکہ اسی کیجا
کہ حضورؐ پر اسے تعلیم آواز میں فرمایا کرتے تھے نہ اس لئے کہ
آواز بلند کرنا ہٹھرے۔

کیسے ثابت ہوا۔ خود اس روایت پر غور کیجئے۔ جس
وقت این عجائب الوجود کو خبر دے رہے ہیں اس وقت
تیغیاً یہ ہمول بند ہو چکا تھا کہ نمازوں کے بعد ذکر کیسے آوازیں
بلند کی جائیں ورنہ این عجائب یہ ہرگز نہ کہتے کہ "ایسا عجید رسول
پس ہوا کرتا تھا" اخبار کے الفاظ بھی اسی پر دال ہیں کہ یہ
 فعل ہے ہو تاھا اس نہیں ہو رہا۔ ورنہ جو کچھ سبکے سامنے
ہو رہا ہواں کی خبر دیتی کیا معنی رکھتا ہے۔

اوہ یہ بھی واضح ہو اک جو کچھ این عجائب نے بیان کیا وہ
ہمیشہ نہیں ہوتا تھا۔ اگر حضورؐ ذکر بہر جو شیہ کیا کرتے تو تما انک
خاک کے صاحب پر اسے قطعی ترک کر دیتے۔ صاحب اپنے کھاک اور درست
سچھا کہ حضورؐ کا مقصود تعلیم تھا۔ یہ مقصود پورا ہوا۔ اہذا اب
آواز بلند کرنے کی ضرورت نہیں۔

شاہید کوئی کہے کہ "المحیی" کے حاشیے میں امام شعرانیؒ
نے یہ فرمایا ہے کہ مساجد میں اجتماعی ذکر یا یا ہر کے استحباب پر

دعا میں اخفار قیاس اور عقل بھی اولی نظر آتا ہے۔ قیاس ایوں کی روشنیت میں کتنے ہی امور ہیں جن میں اشتباه سے بچے کو اہمیت دی گئی ہے۔ خلاف خود و عصر کے بعد اوقل کی مخالفت اسی لئے ہے کہ کہیں کسی کو شہر نہ کفر کے کم مسلمان سوچ کی پرستش کرتے ہیں۔ سوچ کے حماریوں میں طلوع و غروب کے وقت عزادیں تھیں لہذا اس عملی اشتباہ سے مسلمانوں کو روک دیا گیا اور یہ حکم اتنا ہمگیر ہے کہ اگر ہم اپنے گھر کے کونے میں بھی ہوں جہاں کسی فریض مسلم کا گرد نہیں تب بھی خود و عصر کے بعد نوافل منوع یعنی رہیں گے۔

یا مشلاً افرض نماز ختم کرنے کے بعد امام کو ترح برلنکر رعایت کا حکم صرف اشتباه سے بچنے کے لئے ہی دیا گیا۔ اور مقدمتوں کو بھی اپنی حکم سے بچنے کو فرط کرنا فلپڑتے کی پوایت بھی اشتباه کو حکم کرنے ہی کی صحوت پر ہی ہے۔

ان امور پر قیاس کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ دعا میں جہز بھی اشتباه سے خالی نہیں۔ جہز سے یہ تبادلہ ہوتا ہے کہ، مسلمانوں کا خدا شاید دل کی آوازیں نہیں سننا رہا ایسا آوازوں کا محنت اچھا ہے۔ یہ تبادلہ اپنی آنکرہ نہیں بلکہ خود اخضوع نے اس کی نشاندہ ہی اس قول میں کی جسے ہم ابھی بیان کر آئے ہیں۔ ظاہر ہے صحابہ نے ذکر و سیج میں اپنی آوازوں کو اس درج سے تو بلکہ نہیں کیا تھا کہ ان کے خالی میں خدادل کی پکار نہیں تھیں سکتا تھا، لیکن ادنیٰ نیت اور خالی کے بغیر ہی دوسروں کے لئے اس سے یہ طلب نکالنا ممکن تھا لہذا حضور نے ڈاشا کر کیا کرتے ہو۔ تم جسے پکار رہے ہو وہ بہرا نہیں ہے اے۔

ہم عرض کرتے ہیں آج بھی حضور کی یہی تنبیہ ہمارے لئے مشعل راہ ہوئی چاہئے۔ جب دوسرے لوگوں کے لئے دعا بالہ را یک باطل اشتباه کی وجہ بن سکتی ہے تو کیوں نہ خود و عصر کے بعد کی نوافل کی طرح اسے بھی لائق پرہیز کرنا چاہئے قیاس اگر ہمابھی کام نہیں دے گا تو آخر کیاں دے گا۔ نہ ہے وہ موافق ہمارا حضور ہے تھہراست ہے تو انکے بار میں

اپنے رب کو الحجاج کیسا تھا در حکم حکم۔ کیونکہ اخفار ہی اخلاص کے زیادہ تر پسجے کہا رشیع منصوبہ (معنی) کرد دعا میں جیر مکروہ ہے خاترا وغیر خاترا دلوں مالتو نہیں۔ لیکن ہم حاجیوں کے لئے آذان بلند کرنا افضل ہے۔ الحجاج الجرم والفسر۔

کیونکہ حدیث میں آیہ ہے کہ افضل حج ہر ہی ہے جب میں آذان بند ہوں (اللہی و دعاکی) اور خوب خون ہاما حاصل کے (قربانی کا)

یہ چن دقتی است آپ کے سامنے ہیں۔ کیا پھر بھی امام شرعی ایسی اور کا یہ کہنا کوئی دزن رکھتا ہے کہ علمائے سلف وخلف دعا بالہ کے استحباب پر تلقی ہیں؟

مولانا ابوالوفاء صاحب کو تو ماص طور پر یہ بات مانی چاہیے کہ احادیث صحیح میں نمازوں کے بعد جو حضور کی نہیں تھیں دعا میں اور اذکار حرمہ میں ان کا ادا اور اذان پڑھنا حضن لیکن خاطر خفاذ کر طبوراً فضیلت۔ لیکن کیہ تو وہ لستہ بھی نہیں ہیں کہ فرض کے متصل بعد الحضرانتہ السلام و منہج المسلاسل تبارکت یا اذان الجلال الکرام سے زیادہ مقدار کا وظیفہ طریقہ نہاد رہتے۔ اور یہ فضوص حرمہ سے ثابت ہے کہ من پڑھتے تھیوڑھر چلے جاتے تھے پھر آخوند وقت حضور نے یہ لبھتے وظائف بالہ رہتے ہیں؟ ظاہر ازد بالکل ظاہر ہے کہ فرض کے متصل بعد بھی پڑھتے ہیں۔ اب ہوا نایاب تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ پڑھنا تعالیٰ تھا اور استحباب کرنے پڑھا جائے۔ اور اگر تعیماً نہیں لستہ اور حضور کے ہر کو اپنے ہر کے لئے دلیل بنلاتے ہیں تو اذل تو یہ واضح کرنا ہو گا کہ آخر صحابہ نے کیوں اس جہز کو اپنے لئے دلیل نہیں بنایا۔ دوسرے یہ ثابت کرنا ہو گا کہ حضور پڑھنے کے بعد بھر سے سجدہ میں آتھے تھے اور اس وقت تک سب قدری جمع رہتے تھے تاکہ اجتماعی رہا ہو سکے۔

یہاں یہ بحث بھی ہے کہ اسے کہ حدیث میں دعا کی مقبریت کا افضل وقت جو نماز فرض کے بعد بتایا گیا ہے اس سے مراد متصل ہے یا سن کے بعد۔ جملے آپ سنن ہی کے بعد مانئے، مگر لوگوں کو اس کا قومیت دیجئے کروہ اپنے اللہ سے اپنی تھوڑی خود ریاست کے باعث میں ضرر کے ساتھ فرض و عرض کر سکیں۔ خواہ خواہ بلند آزادی سے تعینہ وظائف پڑھ کر آپ کیوں اللہ اور اُس کے بندوں کے درمیان حائل ہو رہے ہیں۔ آپ کو کہاں سے حق ملا ہے کہ دعا کے مقابلوں وقت کو لوگوں سے حصہ نہیں اور ان کی اپنی دعا میں ہیں گھٹ کر رہ جائیں۔ ہم ادنیٰ اللہ کے بغیر فرض کرتے ہیں کہ یہ طریقہ فی الاصل ظلم ہے اور اسی وجہ سے اللہ کے رسول نے ہر بیعت کو گمراہی لھپڑایا ہے کہ انسان کی کوتاہ نظری اشیاء کی مضریوں اور مفاسد کے درمیان ترجیح نوازن شکل جی سے قائم رکھ سکتی ہے۔ وہ کبھی منفعت دیجئے کی اور مضرت کو نظر انداز کر دے گی۔ اس کے بس میں نہیں ہے کہ اللہ اور رسول کی طرح اخن، ایں والصاف کی راہیں ہوں ایک عقلی دلیل ہم اور پیش کرتے ہیں۔

اب نظر بے خبر نہیں ہیں کہ دنیا میں سب سے قوی تر جذبہ خوف ہے۔ یہی وحدہ ہے کہ قرآن میں جنت کی عتوں کے مقابلہ میں، ہم کی ہوتا ہیوں کا ذکر زیادہ ہے اور بنی کل سب سے بڑی اصل خوف و خشیت ہی ہے۔ مجتبی کے بعد کے درجہ میں ہے۔ البتہ جانتا ہے کہ اس کے بعد میں اس سے ڈریں اور ڈر کے شیخی میں نافرمانیوں سے بارہ ہیں۔ اب دیکھنا چاہیے کہ جذبہ مطلوبہ۔ یعنی خوف و خشیت میں اب زیادہ ہے کہ درجہ مطلوبہ۔ تو ہم کہتے ہیں جہوا اعلان زیادہ جوڑ کھاتے ہیں یا ستر و اخفاء۔ تو ہم کہتے ہیں کہ ستر و اخفاء ہی زیادہ آہنگ ہے۔ خوف و خشیت کا اعلیٰ مظہر آزادیوں کا پیشہ ذکر مبنی کرنا۔ خوف کی شدت آدمی کو سبھوت کر دیتی ہے۔ اس کی زبان میں گفت آجائی ہے۔ بلکہ بعض اوقات وہ گنگا اور دم بخودہ جاتی ہے۔ تدر آن بھی بتا آتے ہے کہ خوف و خشیت کا اعلیٰ مظہر آزادیوں سے ان کی دعا کا افضل وقت چھین کر نہ کر جہسو۔

کوئی بحث ہی نہیں کہ حدیث کے آئے قیاس بجا پڑے کس لمحتی میں ہے۔

عقلاءً یوں دعا میں خوشی ہتر ہے کہ آخر نماز نمازوں کی ضروریات کیساں تو نہیں ہوتیں۔ آپ دیکھ لیجئے تھے کسی کو تو مقدمہ درپیش ہے۔ کسی کا سچ بماری۔ کسی کو روزگار کی حاجت ہے۔ کسی کو قرض ادا کرنے کا ہم ہے کسی کی غربت خطرے میں ہے۔ کسی کو شہارت و کاروبار پر متعلق کوئی پریشانی کھاتے ہے تو ہی ہے۔ اب اگر آپ جذبہ متعینہ اذکار و ادعیہ کو جنماعاً بالہمہ محوال قرار دیں گے تو بتائیں کہ ہم اپنی اپنی حاجتیں پلٹنے رک کیسے آگئیں۔ دعا تو اس سے رکھی تھی ہے کہ بندہ اپنے مالک کے آئے خلوص دل سے ناٹھ پھیلائے۔ خلوص اپنی معاملات میں نہ تاہے جنکی آدمی کو ملنے ہے۔ زید کو لگن تو اس وقت اپنے جوان بیٹے کی ہے جو بیمار پڑا ہے۔ مقدمے کی ہے جس میں ہار جانا اس کیلئے تباہی کا پیش ہم ہے۔ اسی مال کی ہے جو جہاں ہمہ کے اصل درستہ ملک سے ہونگا یا ہے اور ابھی تک وہ ساحل پر نہیں پہنچ سکا ہے۔ بتائیں تبعیہ تسبیحات میں اسے کہاں سے خشیع و خفع حاصل ہو گا۔ وہ تو اگر صدق دل سے انگل سکتا ہے تو اسی چیز کی دعا بہگ سکتا ہے جسی کی لئے ملگا ہے۔ اپنے زور دہ تسبیحات پڑھ کر اس سے دعا کا وہ حق چھین بیا جو اسے اللہ دیا تھا۔

آپ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اپنی تھوڑی دعا میں لوگ دوسرا وقت مانگا کریں۔ لیکن کیوں بالآخر یہ حبیث تو بتاتی ہے کہ دعا کی مقبریت کا خاص وقت خوف، میل اور فرض نمازوں کے بعد ہے۔ رات میں آنکھ ٹھنڈا خود ری نہیں۔ لہذا ایکوں وہ اپنی اس حاجت کے لئے جسے وہ ہست ضروری جان رہا ہے پانچ وقت نمازوں کے بعد زور دگڑا کرے۔ یہ خوب ہے کہ آپ بلا ملیں ایک اسلامیق ایجاد کرتے ہیں جو لوگوں سے ان کی دعا کا افضل وقت چھین کر ایسی تسبیحات کا اخیس پا بند کر دیں لیکن کا پا بند شریعت نے اپنی نہیں کیا تھا۔

لوگ سنن کے بعد جنمائی وجہری ناتح ورع اک سخوب قرار
سے رہے ہیں وہ ایک طرف بدعوت کے مزکب ہیں کہ جس
طریق کا کوئی ثبوت فردن اولی میں نہیں اسے راجح کر لیجے
ہیں دوسرا طرف وہ قدرت اور اصل کوچھوڑ کر غیرظری
اور عارضی سنت کا افضل قرار دینے کا جرم کر رہے ہیں۔
انھیں خدا سے درنا چاہئے اور اپنے موقف پر خود نہیں
کرنی چاہئے۔ دُبُرِ صلوات سے مراد الگ ان شے نزدیک
یہی چہ کہ بعد سنن کے دعا کرنی چاہئے تو صحیح اس سے
کہر پھنس اپنی اپنی دعاء خاموشی سے اسکے سلبے و ظفے
ٹرپھے باختصر۔ اگر دو میں دعا مانگے یا انگریزی میں۔ روپی ٹکا
مٹکڑا اطلب کرے یا جنت و مفتر۔ یہ اس کا اور اسکے
رب کا معاملہ ہے۔ یہ کون ہوتے ہیں دخل دینے والے۔

بات بھی پڑھی مگر اس کے سوا جاہر بھی نہ تھا۔ ہم
یہ نہیں کہتے کہ ہمارے خیال و راستے سے اتفاق نہ رکھنے
والے گمراہ ہیں۔ مگر یہ ضرور کہتے ہیں کہ مولانا البر الومناء
جیسے بزرگ کو یہ بھی تصور نہیں کرنا چاہیے کہ چچھ جملہ نماز
میں وہ سوچتے ہیں وہی سو بوجھ ہے۔ جن دلائل پر ان کا
نکیجہ ہے وہی حرفت آڑ ہیں۔ فروعی مسائل میں خود پنڈی
اوٹرڈکا یہ رخ بڑا ہے۔

بعض خارجین شاید یہ فیصلہ نہ کر سکے ہوں کہ گناہوں
دلائل و شواہد کی موجودگی میں دعا بعد المصلوۃ کے تعلق صحیح
اور افضل وادی طریق کیا ہے۔ تو ہم بطور حامل گھٹکو اپنا
خیال عرض کر دیتے ہیں۔

جن نمازوں کے بعد سنن نہیں ہیں ان کا اسلام پھر کر
اگر قبلہ سے اپنا رخ بدیل نہیں کرے تو اسے خواہ داہمیں بائیں پھر
لام اور وقتی اپنی اپنی جگہ خوشی کے ساتھ اوس طاً اتنی تحری
مکذکرہ تسبیح میں مشغول رہیں جنی دیر میں ۳۳ بار سجدوں اللہ
۳۳ بار الحمد پڑھا اور ۳۳ بار اللہ اکبر طریقہ جانا ہے بزرگوں
سے زیارتہ ترا سمی تسبیح کو پسند کیا ہے، لیکن جس کا کھدا اور
ٹرپھنے کو جی جاہے وہ مختار ہے۔ اصحاب ایسی بھی تسبیح میں

سورہ طہام کے آٹھویں رکوع میں فرمایا گا۔
قُلْ مَنْ يَعْصِيَ رَبَّهِ مَنْ
لَّهُ مُحَمَّدٌ إِنَّ شَرِكَةَ
ظُلْمَتْ أَنْتَرِنَ لَمْ يَحْجُرْ
تَلَدْ عَوْتَرْجَهْ عَتَادْ
کُونْ نَحَادْ دِيلَهْ حِبْ تَمْ
لَسْ كَرْ كَرْ كَرْ كَرْ كَرْ
خُفْفَيْهْ -
دیکھ لیجے۔ بخوبی گئی کہ حالت خوف میں پکارنے والے
غفیر طور پر پکارتے ہیں۔ مشرک اگر دعا میں اختصار
کرتے تھے تو معلم ہوا کہ خوف کا فطری رد عمل اختصار
ہی ہے اور ڈر کا حقیقی مظاہرہ دم بخوردہ جانے ہی سے
ہوتا ہے۔

سودہ طہام رکوع میں قیامت کا حال بیان
کرتے ہوتے فرمایا گیا۔

وَخَسْعَتْ الرَّحْمَأْتْ اور دب جائیں گی آوازیں
لَلَّهُمَّ خُضْرِي فَلَوْلَهْ سَمَعَ الرَّأْتْ رحمان کے خوف سے میں نہیں
هُمْسَا اس سے بھی واضح ہوا کہ خوف دشیت کا ح焯 شورہ
شوشنگ کا مدد آرائی اور جہر دا اهلان سے نہیں خوشی کم الفقاری
اور اسرار دا خفام سے ہے۔ ترجمب خوف دشیت ہی سب
سے زیادہ طلب جذب ہے تو کیوں نہ اس جذبے کا مظاہر
کرنے والا طریقہ دعا میں اختصار کیا جائے۔ کیوں تو زور دو
دعا میں اگل کریں گے اسی بیان کے ہیں خدا کا خوف
بالکل نہیں ہے۔

پھر جذبہ محبت کو لیجئے تو اس کا بھی تقاضا رازویہ
ہی ہے نہ کوڑھوں پیٹنا۔ حبوب اگر اس قادر صاحب قدیرت
تھے کہ دل کی پکار کو بھی اسی طرح سنتا ہے جس طرح زبانوں کی
پکار کو تو سیم الطیح صیب بیسند نہیں کرے گا کہ رازویہ نیاز
لمندا آزادیں ہو۔

القدستہ ہماری نظر میں دعا استہی افضل و حسن
بلکہ اہل ہے اور جہر صرف ایسے ہی عوارض کی وجہ سے
مشخص قرار دیا جائے گا جن عوارض کا معتبر مونا قرآن
سنت یا صحابہؓ کے تعالیٰ سے معلوم ہو جائے۔ اب جو

بدعت کے موضوع اور مفہوم اس ساتھ پر تکمیل انت ازیادہ اور اتنی کثرت سے بھتھ رہے ہیں کہ سچل کا سفلہ مطالعہ کرنے والوں کو اب مزید کمی بحث کی حاجت نہیں؛ لیکن فیصلہ خیخ مسئلہ تیس جونا۔ بدعت پر بھی خصوصی لفتگوئی کی ہے اس نے ہم پھر ایک بار اس باب میں اپنی خیالات پیش کریں گے۔

مولانا نے بعض علمائے سلف سے بدعت کی اقسام انقل کی ہیں۔ ہم انکار نہیں کو واقعی بعض بڑے بڑے علماء نے بدعت "مُنْفَضِّم" کیا ہے لیکن اس قسم سے جو فائدہ آج کے ایں بدعت اٹھا رہے ہیں وہ اس نوع کا ہے جس نویں کافروں میջے دین و زندگی آیات قرآنی سے اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نووی اور امام شافعی اور انہی صیبے دوسرے بزرگان کرام کا ہذا فہم پر بحث فرمائے یہ بڑے پاسے کے لوگ ہے۔ اخنوں نے اپنی استطاعت کے مطابق دین کو پھیلانے اور مضمون کرنے کی پوری کوشش کیں اخنی کو ششوں کا ایک جزوی ہے کہ اخنوں نے بدعت و سنت کے فرق پر فضکوئی۔ ہر ہزار جانتا ہے کہ وزیرتہ کی زبان میں ہر لفظ یا قبرے کا مطلب نہیں لیا جاتا جو لغت میں لکھا ہے بلکہ وہ لیا جاتا ہے جو مطلح اور قرینے کی رو سے اس کا موتا ہے۔ الشارکے رسول نے فرمایا حکل بـ بدعا ضلالۃ تو اگرچہ "بدعت" لغت کے اعتبار سے ہر اس شے کو کہتے ہیں جوئی ہو۔ جسے اختراع کیا گیا ہو لیکن عقل و نقل شاہد ہیں کہ صحابہ کرمؐ نے یہ لغوی فہرست ہر ہزار نہیں لئے ورنہ جن لوگوں نے رسول اللہؐ کا یہ ارشاد سننا تھا وہ اس سلسلہ میں طریقہ کے سوالات آپؐ سے ضرور گرتے۔ آخر کون ہے جو زندگی کے کسی ذکری سے ہے میں آئے دن نئے نئے کام نہیں کرنا پڑتا۔ ایک صحابی اگر کاشتکار تھے اور اب کی مرتبہ اخنوں نے پہلی بار یہ بدعت کی تھی کہ اپنی کھیت کے ارد گرد دیوار چنواری تھی تو اخنس ضرور فکر لاجئ ہو تو اکر میں بھی اس بدعت کے باعث مکری میں مبتلا ہو گی اور رسول اللہؐ سے سوال کرتے کہ حضور اکی ہی اس عمل پر بھی گمراہی کا ختوںی لگتا ہے۔ دوسرے صحابی

نہیں۔ حضور کے بعد امام اور مفتخری دلوں خاموشی کے ساتھ انی دھانگیں اور اس کا وقفہ بھی تقریباً اتنا ہی ہونا چاہئے جتنا بسیحاب نے ذکر کرتا ہے۔ بعض اماموں کو دیکھنے کے بڑی لمبی لمبی رعایتیں کرتے ہیں۔ یہ نادرست ہے بلکہ آج کے حالات میں تو فتنے سے کم نہیں۔ لوگوں کے حالات کا لحاظ کر کے اگر امام عظیم نماز فرض تک کو تحریر کرنے کی ترغیب دے سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ دھا کو، جو فرض نہیں زیادہ طوں دیکھنا زیادہ کو بدول کیا جائے۔

اور جن شماروں کے بعد سنن ہیں ان کے بعد ایک دو منٹ میں دعائیم کردی جائے اور اس میں بھی جزئی ہو۔ سنن جس کا جویں چاہئے سمجھیں پڑھ جس کا جویں چاہئے ہمڑا پڑھ۔ بعد کسی اجتماعی ذکر و دعا کا ہر گز محل نہیں۔ فرادی فردا ی جس کا جسب جو جی چاہے پانچ رہے اسکے تسبیح پڑھے اگر گداۓ امام زیادہ سے زیادہ یہ کہ سکتے ہے کہ شماروں کے مسو اوقات میں بطورہ عظوظی نصیحت لوگوں کو وہ تسبیحات یاد کر اسے جو حدیث میں مردی ہیں۔ یا ان رسائل کی طرف وہ مدد لائے جو اسی صورت پر آئے دن چھپتے رہتے ہیں۔ بس۔ آج ہر شخص کی رضی ہے کہ جو چاہے کرے۔

شمار جمع کا معاملہ بھی اس سے مختلف نہیں ہے سن و نو ان کا گھر میں پڑھنا ہی افضل ہے جاہے وہ جمع کی ہوں یا عام دلوں کی۔ لیکن بعض حالتوں میں انھیں سمجھی میں لدا کرنا مناسب ہوتا ہے۔ مثلاً آپ کا ہمدرد رہے یا ھر پنج سے قبل امور دنیا میں شغوف ہو جانے کا اذیت ہے۔ اسی صورتوں میں گھر پڑھنے کی افضلیت حاصل کرنے کے لئے ایک نسبتاً پڑھنے کا افضل کرنا ہو گا۔ یہ کہ فرض کے بعد کی سنن اُخود زیادہ شغوف ہونے سے قبل ادا ہونی چاہیں الگ اپسانہ ہو تو بعض کے نزدیک منت ہی نوت ہو جاتی ہے اور بعض کے نزدیک اذاب تم ہو جاتا ہے۔ شمار جمع کے بعد سنن سمجھیں پڑھنا اور پھر باہر اجتماعی دعا کرنا ایک ایسا طبعزاد طریقہ ہے جس کا کوئی ثبوت احادیث یا تعلیم صحابہ سے نہیں ملتا۔ اسی لئے اس سے بدعت کہیں گے۔

اس کا ٹھہریم احمد اس فی الدین ہے نہ کہ مطلق احادیث و احادیث۔ اسی لئے خلفاء راشدین کو سرحدوں پر بجاویں تھے لئے مکانات نبوی مساجد اس فرخانے تعمیر کرائے تھے نئے نئے نظمی و اور نیں لفڑا میں لائے اور تکمیل علم کے لئے مدارس کا اہم کام کرنے میں تصور بھی نہیں آیا کہ یہ کام "بدعت" کا متصداق ہیں ز صحابۃ و تابعین نے اس تصور کا انعام کیا۔ نہ بھروسے سے بھی کسی کی زبان پر یہ بات آئی کہ یہ نئے امور اگرچہ بدعت ہیں لیکن عیت کی متعدد صورتیں ہیں اور یہ اس قسم میں سے ہیں جو استحب یادا جب ہے۔

اب بعد کے بعض ایں علم مثلاً ایام نو ولی یعنی عروالرین وغیرہ اگر بدعت کو تین چار سوں منقصم کرتے ہیں رسول و اس طرح تھی تصریحات فرماتے ہیں کہ مگر اہل فتویٰ کی تردید کرنا بدعماً داجرم ہے اور بجاہ ہیں کے لئے مکانات اور مسافر خانے بنانا یاد رستے فاعم کرنا بدعماً ہے اور بھروسے ہے اور لذیذ کھانے اور عورہ ملبوسات بدعماً مسامح میں سے ہیں تو اس کے سو ایکا کا بجاہ کئے کہ انہوں نے کم علم اور مزادع عقیل عوام کی تفصیم کے لئے حدیث میں وارد شدہ لفظ "بدعت" کو لغوی ٹھہریم میں فرض کر لیا اور بھروس کی تفصیم کر تھے چلے گئے۔ یعنی انہوں نے نہایت نیک ایتی سے کیا خدا اور اسی لئے انہوں نے مباح یا من ووب یادا جب بدعتوں کے ذمیں حصی بھی مثالیں دی ہیں وہ ان افعال و اشغال کی تھیں ہیں جنہیں آج کے لوگوں نے طریقت کے نام پر ایجاد کر لیا ہے بلکہ ان امور کی ہیں جو واقعہ اپنی تھی حقیقت میں اسی درجے کے ہیں جس درجہ میں انہوں نے انہیں رکھا ہے۔ لیکن جب بعد کے لاک ان کی تصریحات سے ناجائز نامہ اہل احمد احادیث فی الدین اور بدعماً ممنوع کا جواز نکالنے لیں تو کہنا پڑے کہ بعض بزرگوں نے بعض تفصیم عوام کے لئے جو نوع اختصار کیا تھا وہ ٹھوس علیٰ بجا حث میں جوتہ نہیں ہے صحابۃ کے علم وہم سے ٹھوکر دین میں کسی انتی کا علم وہم

تاجر تھے اور اس حربہ پہلی بار یہ بدعت کر بٹھے تھے کہ اپنے طالب تجارت کے لئے گودام تعمیر کر لیا تھا تو اسیں بھی شوش ہوئی۔ اور ٹھہریم سے استھواب کرتے ہیں اسی طرح اکثر صحابہ اپنے ان کاموں کے باشے میں ذہنی تیجان میں بدلنا ہو جاتے جو تھیں بدعت کے اقتدار سے "بدعت" کا متصداق ہیں ملکے ہیں اور اللہ کے رسول سے عرض و معرض کرتے ہیں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب کے لفڑا میں طرح طرح کے نئے طریقہ نکالے۔ (جذبہ دیزرس قوان کی اولیات میں شمار ہوتی ہیں۔ دفتر قائم کے نئے ضابطے بنلاتے۔ اگر قولِ رسول میں وارد شدہ لفظ "بدعت" کو تھیٹ لغوی ٹھیٹ میں لئے جانے کا امکان ادنیٰ درجہ میں بھی پایا گیا ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ نئے نئے کاموں پر صحابۃ اعتراض نہ کرتے اور کوئی وجہ نہ تھی کہ حضرت عمر بن خطاب ہی اس طرح کی وضاحت نفرادیتے کہ بھائیوں الٰہؐؑ کے اللہ کے رسول ہی پہنچے بدعت کو گمراہی قرار دیا ہے لیکن بدعت کی بہت سی صورتیں ہیں جو سب داخل گراہی نہیں ہیں بلکہ بعض بیان اور بعض شخص یا ہا جب ہیں۔ یہ جو میں سے نئے نئے کام کر رہا ہوں یہ شخص بدعماً ہے تباہ ہیں شامل ہیں۔

لیکن تاریخ و آثار گواہ ہیں کہ نہ لواحہوں نے کوئی ایسی تصریح کر لئے ہام صحابہؓ ہی کے درمیان اس طرح کی کسی تفسیر کو ماسرگوشی کا پایا تھا چلتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حدیث میں وارد شدہ لفظ "بدعت" کو اسکے لغوی معنی میں لیتے کا تصور ہی موجود نہیں تھا بلکہ سب جانتے تھے کہ اس سے مراد بدعت فی الدین ہے نہ کہ مطلق بدعت۔ اس جملتے کی بنا پر اس زبان و میان کا احتداث فی امر نہ اراد فی قولِ رسولؐ بھی تھا کہ من احتداث فی امر نہ اراد فی (دین) مالیں منه فھو رَأَى عَلَيْهِ رَبِّهِ لَيْسَ بِهِ مَوْجُودٌ پر رد ہے۔

یہ ترجیح تم نے مولانا ہری کا نقل کر دیا ہے۔ اس سے صراحتہ ثابت ہوا کہ قولِ رسولؐ میں جو لفظ بدعت آیا ہے

ہمیں قیسی سمجھے کہ امام کوئی دوسرے نے غصہ قسم علامہ ہی کے لئے
تفہیم پر بعثت کی زحمت فراہی تھی درہ نہ جانتے وہ بھی خوب تھے
کہ احادیث فی الدین کو اسے ضلالت کے سکی حریف قسم کا مغلب نہیں
ہو سکتا۔ اگر اپنی علم ہوتا کہ بعد کے بعثت پسند ذہن انکی سی
نیک سے لے کر انا جائز فائدہ اٹھانے کی سکی کریں تو مجھے تو جھوٹے سے
بھی قسم کا نام نہیں۔

ابھی آپ دیکھی چکے کہ بعثت کا مفہوم خود قول
رسول ہی سے احادیث فی الدین تتعین ہو گی۔ اس مفہوم
کے پرستے ہوتے یہ کہا کہ بعثت قسم پر ہے۔ حسن اور سیدہ بالکل
الیسا ہی ہے جسے کہا جائے کہ بد معنوی دو قسم پر ہے۔ حسن
اور سیدہ۔ کفر و قسم کا ہے۔ اچھا اور بُرا۔ ظلم و نفع کا ہے۔
منہج اور احسان۔ انہیں ارادہ طرح کا ہے۔ روشن اور تاریک
کوئی بات اگر بحالت بُرے بکہرے گئے ہیں تو وہ دیکھنے بھی
ہمارا فرض ہے کہ وہ کس قصد کے لئے کس محل میں کی گئی۔
عوام بیچاروں کے ذہن میں اس طرح کے سفط سیدا ہوتے تھے
کہ جب ہر بعثت مگر ایسی ہے تو پرستے بنانا اور انہیں قائم کرنا
وغیرہ بھی بعثت ہوا۔ حضرت عقیانؓ نے قرآن واحد پر
لوگوں کو مجمع کیا یہ بھی بعثت ہوا۔ ان سفطوں کو دو دو کرنے
کے لئے بعض تفہیمات نے تو بھروسہ میں عقليٰ تفہیم کو اور بعض نے
زیادہ آسان اور سہل طریقہ عوام کو طبع کرنے کا پیشگوار
بعثت کی قسم کی دی جائے اللہ اللہ تخبر سن۔ جہاں کسی عالم
اوی کوئی نئے مگر اچھے کام پر بعثت کا شہر ہوا فوراً یاد
دلادیا گیا کہ بعثت کی ایک قسم حسن بھی ہے۔ جو بھی ہوئی۔
بات حکمت کی تھی مگر حکمت کا ملکہ تو اللہ تھی کا حصہ ہے اس
بیچارہ اب و نسلخ اور علت و معلول کی پیچہ در منطق کو
کہاں کما حق پاس کئے۔ حکمت میں ایک بُرخ تو فائدے کا
اگیا کر دیا۔ اُرخ مضرت کااظنداز ہو گیا۔ اب دیکھیجئے
بُرخ کی اسی قسم بعثت کے خوش نئے کیا پارس کی پھر سی
ہندوں کے ہاتھ میں دیدی ہے کہ بتا چاہے احادیث فی الدین
کوہ بس یہ چکلا کافی ہے کہ ہم تو بعثت حسن کو اختیار کر رہے
ہیں نہ کہ بعثت سیدہ کو۔

کی محنت ہو گا صحاہنہ تو بھی بھی یہ خیال ظاہر نہ کیا کہ ہم جو
امور دنیا اور اسباب دو سائل کے دائرے میں نہیں تھے
کا اگر تھے رہتے ہیں وہ بدعات میں وہ بیان اجنبی کے مصلحت
ہیں۔ ان کے پاس تو یہ تصور چیکا تاک نہیں کہ اللہ کے
رسولؐ نے چونکہ بعثت کو گرامی تصور دیا ہے اس لئے
بعثت کی متعدد میں کرو تو اکامہ امور دنیا میں نہیں تھے کاموں
کا راستہ صاف ہو سکے۔ وہ جانتے تھے کہ احادیث
فی الدین اور چیزیں اور اسباب دو سائل کی دنیا میں
نہیں تھے جائز کام کرنا بالکل دوسرا چیز۔ کوئی وجہ نہیں
ہے کہ ان نئے لیکن جائز کاموں کے لئے قول رسولؐ میں
دار و مددہ لفظ بعثت کو لغوی معنی میں لیا جائے اور پھر
اس کی قسم کی جائے۔ اگر احادیث فی الدین ہی کا دوسرا
نام بعثت میں محساکہ واقعی ہے تو ہر سخت غیر کرنے کے
”بعثت“ کی تفہیم تھی غیر منطبق اور دو از کار بات ہو جاتی
ہے۔ ”دین“ نام میں منصوص معرفت مجموعہ اعمال کا۔
اس تجھیسے میں کوئی بھی احادیث اور ایجاد ضلالت ہی ہے۔
یہ اس طرح کئے کام جیسے جاؤں۔ کے لئے سرحدوں پر
مکانات بنو اور قرآن و حدیث کے سچنے کیے خود صرف کھانا
تحییل علم کیلئے جو کسے قائم کرنا وغیرہ تو یہ دینی مقاصد کیلئے
اسباب دو دار کی حیثیت رکھتے ہیں نہ کہ خدم مقاصد کی۔
ان پر فی نفسہ دین کا اطلاق نہیں ہوتا۔ ان کا حال تو یہ ہے
کہ ہر دو مانع کے تفہیمات انہیں تبدیل کرے رہیں گے اور
ان میں نئی نئی اصلاحیں اور اضافے ہوتے رہیں گے۔ پھر کیا
منطق معموت رہ جاتی ہے اس استدلال میں کہ امام نویں یا
کسی اور نزد رکنے ان امور کو بعثت ہی کی بعض قسموں دستورہ
شرعی کے خلاف نہ ہوں اور دینی مقاصد کو ان سے تقویت
پیچہ وہ تو خود مرت آن و مدت کی تصریحات کے مطابق مباح
اور مذوب اور اجنبی ہیں۔ ان کے نئے پن سے ڈر کر یہ
معارف پیش کرنا کہ بعثت تو کسی قسم پر ہے اور یہ امور بعثت
حسنہ کے ذیل میں آتے ہیں غیر ضروری توفیق کا مظاہر ہے۔

لیکن سینئے کہ عبد اللہ ابن سعید حبیب فقیر صاحبی نے اسے
کس نظر سے دیکھا اور ابو موسیٰ اشعریٰ جبی جبل الشان صحابی
نے اسے کسی خطرے کی گھنٹی محسوس کیا۔ اہل علم جانتے ہیں کہ
ابن سعید کا کیا یا ہے۔ خصوصاً حافظ کے لئے تو یہ بالکل
تفہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی اصحاب میں
سے ہیں۔ ان دونوں وہ کوفے کے گورنر تھے۔ اتفاق سے ابو
موسیٰ اشعریٰ کی لگاہ مذکورہ محل ذکر نہ کر پہنچ گئی تو وہ حکم
اور دوڑے دورے عبد اللہ ابن سعید کی خدمت میں حاضر
ہو کر واقعیات کیا۔ ان کی اپنی نگاہیں بھی یہ قفل حفظی عیت
یہی تھی اور ابن سعید نے بھی اسے احادیث فی الدین ہی تھیں
بھا چنانچہ دونوں حضرات محل میں پہنچ اور بالخبر اس کو ختم
کر لیا۔ ذاکرین کو تنبیہ کی اور گورنر کی حیثیت میں ابن سعید نے
مکمل تاذیہ کیا کہ تجزیہ اور آئندہ ایسی حرمت نہ کی جائے۔

اب بتائیے مجع اشان صحابہ کا انداز نظر قابل تقدیر
ہے یا ان بعد کے چند علماء کا جھپٹیں نئے نکروں والیں کے سامان
اس طرح کی تمام بدعتوں کا دروازہ بدعت حسنہ کے عنوان سے
کھول دیا ہے اور بے شمار عوام ان کی بھیانی ہوئی مگر اسی کا
نشکار ہو گئے ہیں۔

جس کا حقیقی چاہئے فیصلہ بیچ مسئلہ "اٹھا کر بیکھے اس
میں مولانا ابوالونامنے ہی تو کیا ہے کہ جو اعمال زیر بحث
ہیں ان کے بعض اجزاء کی تحدیوں سے پر گتابوں سے جملے لائے
ہیں حالانکہ یہ ظاہر فرمی کے سوا کچھ نہیں۔ ذکر دعاہ سورہ
فاتحہ، سورہ اخلاص و دعہ کے فہمائیں۔ سے کس مسلمان کو انکار
کھا جاؤں کے رویں اور اس سیاہ کئے گئے۔ والہ تو اس
امر کا دینا چاہئے تھا کہ جس عبادت کو اپنے حق قرار دے
رہے ہیں وہ اپنی جھوٹی عیت کدماں کے ساتھ کتابیں سنت
یا تعامل صحابی سے نہ تابت بھی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو
پھر خواہ خواہ اجزاء و عناصر کے بخوبی و تخلیل کی رخصیت خدا
رہے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی انواری حکیم
قراءت میں چند دو اور کے فائدے پڑھ کے ان کا ایک
فسخ تیار کر لے اور اس کا اسے کوئی علم نہ ہو کر اس نسخہ کا

مولانا ابوالوفاء فیضی بدر عت کو بعض اسراف کے
حوالوں سے بھاگا کریے فائدہ اٹھا لیا ہے کہ منتوں کے بعد
لی کر پا ہو رد عذرا کرنا چاہئے احادیث اور تعامل صحابہ سے ثابت
نہ ہو مکروہ بدعت حسنہ مذوب ہے۔ لیکن ہم عرض کریں گے کہ
جو دوسرا نکتہ "ہم جوں کے تجھیں بیس بیان کرتے ہیں اس پر
توجہ دی جائے تو صفات معلوم ہو جاتے ہیں اور مولانا کی غلط فہمی
ہے۔ عبادات میں جو تحکیم و مہیت منقول نہ ہو وہ بدعت
اور احادیث فی الدین ہی کے خالیے میں آتی ہے۔

دوسری نکتہ تھا کہ ایسی بدعت میں بحث ہے
اجرام و عناصری سے نہیں، بلکہ افعال و اعمال کی تحریکی
ہیئت و نسل سے بھی ہوتی ہے۔ آپ پائیج کے عمل اور کوئی
چھٹا دقت نماز باجماعت کے لئے تکالیف میں گے تو اسے بدعت
اور خدا کی نافرمانی کہا جاتے ہیں۔ حالانکہ دیکھ لیجئے نماز باجماعت
تو اپنے تمام اجزاء تحریکی کے ساتھ مقدمہ اسی مقدار میں ہے
مگر چون اسی جماعت کا ثبوت نقل و دوایت سے نہیں اسلئے
اسے مذکوم قرار دیا جائے گا۔

یہ نکتہ ہم نے اپنے ذہن سے نہیں نکالا یہ تو ہمیشہ سے
حقیقیں کے پیش نظر رہا ہے اور جلیل انہر و فقہاء اس پر متفق
ہیں۔ اطمینان مرید کے لئے ہم ایک رد ایقی شہادت پر مشتمل
کرتے ہیں۔

کتاب الاعصام اور مسند دار الحجی میں یہ اقو
مذکور ہے کہ ہمین زمانہ صحابہ میں ایک جماعت کو فی کے لیجن
سے ظہور میں آئی جس کا طریقہ تھا کہ بعد نماز ایک مخصوص وقت
میں اجتماع کیا جائے اور یہ مجلس کہتا ہلللو امامہ سب لوگ
سو سو مرید لا الہ الا اللہ پڑھتے پھر یہ مجلس کہتا سخیلہ مامہ
سب سو سو بار سبحان اللہ تھا کہ پھر یہ مجلس کہتا حمدہ ماما
ماما سب سو سو رب المحمدہ اللہ پڑھتے۔

فرمائیے اس مہول کے کس جزیں خرابی ہے؟ آج جن
دلائی فاسدہ سے بدعتوں کا جواز نکالا جاتا ہے اور جن کے
ذریعہ اجتماعی دعا بعد اس نے کا تھا ان کا تھا لیکن اس کی
بروست تو شفیل و عمل نہایت تحسیں ہو زاچل ہے تھا۔

فرمایا علیکم سنتی و سنتہ المخلفاء الراشدین (تم پڑپیری) اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنالازم ہے، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ کا کوئی دینی فیصلہ اور عمل نہ شغل بیعت ہو جی نہیں ملتا چاہے وہ تباہی کوں نہ ہو۔ ویہ بھی الجدید کے رسولؐ نے وہ بھی اعمال اسیوں کو بتائے وہ اکثر نہ ہی ہے۔ جھوٹ صانع کی بیعت و کیفیت و سمجھی کی نئی تھی اسکے باوجود دونوں بدخت ان بریعت کا اطلاق کر سکتا ہے۔ اب طرح جب خلفائے راشدین کی سنت بھی بیعت رسولؐ کی طرح لائق اتباع شہیری تو اس کے "بیعت" کہا جائے کہاں کہاں ہی بیدا نہیں ہوتا۔ پھر کیا الفحاف ہے کہ بعد سے احادیث اسجاوں فعل عمرؐ کو بجت بنایا جائے۔

مصحح البخاری

اسی بجستہ کی شیئی ثانی میں مولانا نے
نماز بخروص کے بعد مصافی کا جواز
تابت کیا ہے۔ طرق اثبات وہ ہی دور از کار ہے جو دعا و
ذکر کے لئے میں تھا۔ یعنی نفس صاحب کے جواز سنت پر
حوالوں کی نظریں۔ آخر کیا ہو گیا ہے ایں عقول کو کہ اس طرح
کے باطل استدال کا ضعف ان پر منکفت نہیں ہوتا۔
کوئی پوچھے کس نے کہا ہے کہ مصافی سنت نہیں ہے۔ کون
بجت مصافی کرنے والوں کے آئے آئے۔ لفظ تو اس
نئے پر ہے کہ مصافی کسی نماز کے بعد تقلیل معمول بنا لیتی ہی
درست ہے یا نہیں۔ تو جو لوگ مصافی کے سنت ہوئے ہی
کو اس بات کے لئے کافی سمجھتے ہیں کہ بخروص کے بعد اسے
ایک تنفس عمل اجتماعی بنا لیا جائے ان سے تم سوال کریں میں
کہ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ کو کوئی چیز
مانع تھی کہ انہوں نے اس عمل کو اختیار نہیں کیا۔ یعنی اگر قابل
تردیع ہوتا تو ضرور شائع علیہ السلام اور ان کے صحابہؓ
کے راستا نہیں تو کبھی کبھی تو اختیار ضرور کرتے گریں راست
سے تابت نہیں کیا۔ باہمی اس کا اہتمام کیا ہو پھر کس چیز
نے آج کے لوگوں کو اس بات پر اجھا رہے کہ مصافی کی
سنت کو اس کے اطلاق اندتوسع سے نکال کر طبرزادہ صفو
میں جلوادیں۔ کیا وہ مصافی کے منابع کو رسول اللہؐ اور

اقا، جموجعی مراج اور افر کیا ہے۔

قول عمرؐ

بیعت پن حضرات پنہنہ موقوفت کی تائید
کرتے رہتے ہیں جو انہوں نے تراویح کے باقی میں رشاد
ذریا تھا۔ ہم کہیں سمجھے کہ ان کی مثال ان لوگوں جیسی ہے
جو اپنے مفہوم مطلب امور میں تواریخ ایات اور احادیث
کا خوب خوب حوالہ دیتے ہیں۔ لیکن جب کسی حدیث سے
ان کے خلاف مطلب صحیح ثابت ہو رہا ہو تو حضرت کے
حجت ہوئے ہیں فی نکالتے ہیں۔ مولانا نے ام شافعی کے
کلام میں اس قول عکس زکر کیا ہے۔ "قیمتنا ام شافعی" کا
کلام اپنی جگہ بالکل صحیح ہے، لیکن اس سے فائدہ غلط اٹھا
جاتا ہے۔ ہم کہتے ہیں جو لوگ قول عمرؐ کو بجت بنائے
ہیں کیا وہ حضرت عمرؐ کی جموجعی نہیں کیا اس کے طرز مکر،
ان کے مراج دنراقہ اور ان کے اسویہ حسنہ پر تظریفیں
ڈالنے کے احتیاط کیا جائے۔ ان کا توبیہ عالم فرم اس
درخت کو بھی کٹو دیں جس سے بدعت پھیلنے کا خطرہ ہواد
سعادت مدار اخلاق کا یہ حال کہ ابھی کے قول سے ان
بدعات کا جواز نکال رہے ہیں جس کے لئے درۃ غریب شہ
منحر کر رکھتا تھا۔

واضح رہے کہ قول عمرؐ کی توجیہ ہم نے تفصیل کے
ساتھ اس مضمون میں پیش کی تھے جو "فاران" (ذکر اچھی) کے
تجدد نمبر میں شائع ہوا تھا اور اس "بیعت" کیا ہے؟ اسی
کتاب کا جزو ہے۔ توجیہ و تاویل سے سہیل کر آخی ہے
یہ ہے کہ حضرت عمرؐ کے قول سے کیا دلیل لاتے ہو۔ وہ تو
نہ صرف فلسفہ راست تھے بلکہ وہ خوش نصیب انسان تھے
جس کے باعے میں اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ انسان عمر پر
جاری ہوا۔ اور نہ را اکہ الگ مریسے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر
ہوتے۔ انہوں نے اگر کوئی ایسا اطلاق کیا لاجسم علمی د
لچق فکری کے تحت کوئی مسلمان "بیعت" سمجھ لے تو خدا
ہونا حاجت کے خلفائے راشدین کے طرقوں کا اتباع تو
خود قول رسولؐ کی رو سے محروم تھیں ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے

اصحاب رسول سے بھی نویادہ سمجھتے ہیں۔

برسات کا موسم

برسات کا مرطوب ہر کم پھولے
پھنسیوں اور طرح طرح کی بیماریوں کا
پیش خیز ہے جلدکی یہ سیلیاں
خون کی خسروانی کا نتیجہ ہیں۔



باضم کو درست کرنی ہے
اور صاف شفاف خون
پیدا کر کے چہرے پر سُرخی
اوہ شادابی لاتی ہے۔

تعمید ختم ہوئی۔ خلنتے پر آتا اور کہنا ہے کہ اپنے موقعہ
سلک کے خلاف قول کرنے والوں کو خواہ تو وہ جاہل اور بہت حم
دتر اور دینا بڑے علماء کی شان کے خلاف ہے۔ جو لوگ ماذ
ذکر کے باب میں ان کے مرتضی کو درست نہیں سمجھتے ان کے
بلکہ میں وہ دور ایں سمجھتے ہیں رقمہ طراز ہیں۔

"انہوں تو اس کا ہے کہ کتاب اٹھا کر دیجھنے کی تزویفیں
نہیں اور اٹھائیں تو اتنا علم نہیں کہ سلسلہ بکالیں۔" صہ
گری بشمول امام ابن تیمیہ ہزاروں علماء ائمہ نزدیک
یہ علم وہی خصلت ہیں۔ حالانکہ ناظرین نے ملا خظیر فیما کارہ سیسا
تینیں ممال بھی اتنا بھر طبعی مواد پیش کر سکا ہے کہم کے کم الکل چو
بیش کیسے اور کتاب اٹھا کر تزویفیں کالمعنی چست نہیں دست
اللہ تعالیٰ ہم سب کو تزویف، جانبداری، علم اور خود پسندی
سے بچائے۔ دھووا ہستیان۔

مالیوسون کیلئے پیشہ

مقدمہ: جو بہبوب تقابل اتفاقہ علاج۔ جو بہبودی
صداقتی گوارا ہی دے چکا۔ اگر آپ مدتوں علاج و معالجہ
کے بعد بہت ہمار کر مالیوسی داشتار کی زندگی بسرا کر سے ہے
ہیں۔ وقت کے تقاضے یا غیر محتاج ارزندگی کے باعث
جسم کی طاقتیں کم ہوتیں اور نہ ہماری ہو گئی ہیں۔ تو پھر
ایک بار فدل کے بھروسہ پر محنت کر کے اس طرف
رجوع کیجئے۔ یہاں ہر قسم کے امراض کا خاص طور سے
علاج ہوتا ہے۔

(خطوط رازیں رکھے جاتے ہیں)

حکیم ابوسعید عبید الدین اسلام نگر
ڈاکتا نانہ در بھنگ ضلیع در بھنگ کے بہار

بِمُصْطَفٍ اَرْسَانَ خَلِيشَ رَاكِدَ دِينَ ہَمَادَتَ

اگر پروار و نسیدی قسم بولہی است

قرآن حادیث

محاشرت کے باب میں ہم پوری طرح آزاد ہیں کہ جو چاہئے کریں اور جس طرح چاہئے زندگی کرداری۔

عام فقار تین کی ذہنی و ملکی طرح کا الحاظ ہمیں اس کی تو اجازت نہیں دیتا کیونکہ نظرِ حادیث کے تن اور اسناد وغیرہ کے باشے میں قبیل نکات اور علمی مباحثت کو بھی سائے لائیں، لیکن موقدر ہو قبیل بعض اہم مطالب ضرور پیش کرتے ہائیں گے۔ و باللہ التوفیق۔

حضرت عبد اللہ بن والدین کے ساتھ حسن لوک حضرت عبد اللہ بن والدین کے ساتھ فرماتے ہیں:-

میں نے بھی صلی اللہ علیہ وسلم سے سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم رحیم کے نزدیک روحکار اللہ و رسول کے نزدیک کوئی عمل زیادہ جو بھی چاہئے نے جو ابراہما کو اسکے وقت بہ ادا کرنا۔ میں پوچھا پھر کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ علوٰ و قبضاً قلت شماری؟ قال شمر بر الوالدین قلت شمر ای؟ قال شمر احمد سلوك کرنا۔ میں نے پوچھا پھر کہ اسکی راہ میں جہاد کرنا۔

+ + + + +
دراس حادیث کو سخاری نے کتاب الصلاۃ، کتاب الجihad اور کتاب الادب میں۔ مسلم نے کتاب الدیمان میں۔نسائی نے کتاب الصراۃ میں۔ البداود و ترمذی نے الصلاۃ اور البتو و الصراۃ کے ابواب میں روایت کیا ہے۔ گویا صحیح تھے میں سے صرف ابن حجاجہ اس۔ سے خالی ہے) یہ بات قرآن و حدیث کا ہر جانشی والا جانشی ہے

ہزار بزرار درود سلام اُس نبی اُنی صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے انسان کو صرف نبیادی اصول و عقائد اور حسن و مصلحتی عبادات ہی کی تعلیم نہیں دی بلکہ ذہنی و جسمانی زندگی کے ہر ہر گوشے اور ہر ہر قدم کو اپنی ہمایات پا کیزہ سے مذکور فرمادیا۔ جہالت، لاپرواٹی، غیر اسلامی ماحول اور ضعف ایمان نے ہمیں بھلا ہی کرداری زندگاری ہے کہ ہماری ذمہ داری ہے صرف اچکام فقد اور عبادات مصطلہ تک ہی بھروسہ نہیں ہیں، بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں، تمدن کے ہر ایجاد پر یہ رہن ہمیں کے تمام اجزاء میں، خیالات و جذبات کے ہر دائرے میں، چلنے پھرنے میں، صونے جانے میں، ہمایت لئے اللہ کے رسول کی عطا فرمودہ رہنخانی موجود ہے۔ کیسوںے حیث کے ایک ایک سچ دھم کو شانہ ہمایت کے ذریعہ سنوارا گھا ہے اور ہم اگر اسلام سے محبت رکھتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ اپنے خیالات، اپنی معاشرت، اپنے معاملات اور اپنے تمام ہمیں افعال و اعمال کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات نصیحت کے ساتھی میں ڈھالاں۔

آج بفضل تعالیٰ و توفیقہ ہم اپنے بھائیوں کیلئے اُن احادیث کا سلسلہ شروع کرتے ہیں جن کو مشعل راہ بنانادیں اور دنیا دونوں اعتبار سے نہایت دُور رس اور وقیع فائدوں کا موجب پڑھوگا اور جن سے اس دعوے کی آئین و تصدیق ہو سکے گی کہ اسلام اپنے اتنے فائدے کی زندگی پر اسی طرح حادی سچے جس طرح سوچ کر روشنی فضا پر حادی ہو جاتی ہے اور وہ لوگ غلط فہمی میں متلا ہیں جو پہنچتے ہیں کہ اسلام صرف نبیادی حقائق اور مصلحتی عبادات کا حکم نہ تکریں کا ایک طرف جا بیٹھتا ہے اور سوچنے

اور نیازمند بالکل دوسری شے ہے۔
 صحیح ابن خرمیہ اور صحیح ابن حبان میں بحاجتِ الصلوٰۃ علی و قبھا کے الصلاۃ فی اول وقت کا نفاذ آئے ہیں۔ یعنی سب سے محبوب فعل نماز کو اول وقت میں ادا کرنے ہے لیکن اول نماز نوویٰ اور حافظ ابن حجر عن الفاطمی روایت کو ضعیف بتاتے ہیں دوسرے اسے معتبر ہی ہے لیا جائے تو اس کے معنی پر ہوش گے کہ ادائے نماز کے لئے جس وقت کو اولیت اور تقدم حاصل ہے اسی وقت وہ ادا کرنی چلے ہے۔ یہ وقت سوائے اُس وقت سمجھ کے اور کوشاہو مسئلہ ہے جس کا استحباب احادیث سے ثابت ہو گی۔ اہمیت اور افضلیت کا تصحیح وجود ان حاصل کو لیتے کے بعد ہی اُس میں کی خلمت و اہمیت کا شعور ہو سکتا ہے جسے اللہ کے رسول نے نماز کے میں بعد وہ سب سے درجے میں رکھا ہے۔ یعنی وَالرَّبِّيْنَ کے ساتھ حسن سلوک۔ اندرازہ فرمائیے۔ خون کے لعلت سے ماں باپ اور اولاد کے در بیان محبت اور حسن سلوک کا پایا جانا تو ایک فطری بات ہے لیکن اس کے باوجود اللہ اور اس کا رسول والدین کے ساتھ حسن سلوک کی خصوصی بہادیت ترغیب اور تاکید فرمائی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تھاں کے اس بنیادی مسئلہ کو دینی اہمیت بھی حاصل ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ہماری قلبی کیفیت حالات اور دینی تعلق خواہ والدین کے ساتھ جس مقدار کے سلوک پر ہیں آمادہ کریں یعنی وہی مقدار کافی شانی ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہماری بیٹھی اور کم نظری اگر اُن نے حسابِ شقوں اور سختیوں کو فراہوش کر گئی ہے جو والدین نے ہماری پرورش میں جھیل کر دیں اور ذائقی اگر اُن مسائل کی ہوس میں یہم کما حق، حسن سلوک والدین کیسا خود نہیں کر سکتے تو اللہ کے بہان اس کی باز پرس ہو گی۔

سفری تہذیب سے خاندانی نظام پر جو تباہی نائل کی ہے اس کا پہلا نہ ہر بری جو قومہ شاید یعنی ہے کہ اس مسئلہ کے درجے میں والدین اور بالغ اولاد کے در بیان وہ ادنیٰ ساعدات سے بھی باقی نہیں رہیں گا جسے ہمانور تک نظر لانداز نہیں کر سکے ہیں۔

کہ نماز سے زیادہ اہم، خود ری افضل اور موکل میں اسلام میں کوئی نہیں۔ اسی بات کی توثیق و تائید اس حدیث سے ہے۔ ترک نماز کو اللہ کے رسول نے "کفر" کا نام دیا ہے اور تاکید نماز اسے ایسے انداز میں فرمائی ہے کہ صفاتِ علوم ہوتا ہے جو شخص نماز نہ پڑھے اسکا اسلام محسوس برائے نام ہے۔ بعض علماء امت نے اللہ و رسول نے یہم تاکید سے یہ توجیہ نکالا کہ نماز کا تاریخ اتفاقی کا فرماجاتا ہے اور اس کی نماز جاہزادہ نہیں پڑھنی جائے۔ اگرچہ بعض حکم آیات اور صریح احادیث کی روشنی میں تحقیق دائرہ نے اس فیصلے کو فلظ قرار دیا ہے اور تارک نماز کو بھی آئینی اعتبار سے مسلم مسلم ہی کا فرد رہا ہے۔ لیکن یہ تحقیقت بھی اتنی جگہ اس ہے کہ جو سماں نماز کی پانڈی نہیں کرتا وہ اگر پس اس احوال اور اپنی جان اکب اللہ کی راہ میں نہ رکھ لے تو بھی یہ کہنا ممکن نہیں ہے کہ وہ حماستہ آخوندے چھوٹے گیا اور ترک نماز پر اللہ اس لئے کوئی باز پرس نہیں کر سکا نماز اسلام کی محارت کا وہ نیکا بھائی پھر ہے جس کے بغیر نماز بس ہو رہا میں معلم رہتی ہے۔ الشاعر تعالیٰ ترک نماز کی بد نیتی سے بچائے اور ہم اپنی آفیش شے کے اپنی نمازوں کی دیکھ بھال کریں اور ان پر تھیسون کے زمرے میں شامل ہوئیں گے جیسے جن کے ہاتے میں قرآن سے فرمایا ہے وہیں یا مُصْلِیْنَ الَّذِيْنَ هُمْ غَنِيْمُ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمُوْنَ۔

نماز کو اس کے وقت پیدا کرنے کا مطلب ہے وقت سنتخہ پر ادا کرنا اصلاح ہے کہ ہر نماز کا وہ وقت کافی ہر یوں ہنلہی۔ لیکن اللہ کے رسول نے ہر نمازوں کے باشے میں واضح فرمادا ہے کہ اس کو ادا کرنے کا مستحب اور محبوب وقت کو فرمائی ہے۔ اب اگر ہم سوچئے باہیوں میں کافی اور کام میں شغول ہوئے تو اور نماز کو وقت سنتخہ کے بعد ادا کیا تو اگرچہ کہا ہمارا نہیں ہوئے۔ لیکن وقت سنتخہ کی وجہ سے پہلے ہی ہم نے ادا میکی لری ہے، لیکن یہ حدیث بتاتی ہے کہ ہماری یہ نماز احباب اللہ نہیں ہو گی۔ قانونی گرفت کی زد سے نکل جانا اور حیزب ہے مگر و فادری

سعدیں تیری مار ہوں۔ تھے حکم دے رہی ہوں اسلام سے
بازاً۔ اپنے آبائی دین کی توهین مت کر!

اس پر اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی کہ مان باپ کی
فرابنگداری پر شکر ہوں میں مدد خوبی، مگر دنیا کا سبے
بڑا گاہ۔ شکر تو ان کے حکم سے نہیں کیا جا سکتا۔

چہ تکریت اگرچہ رواہ راست شکر تجی تباحث ظاہر
کرتی ہے لیکن بالآخر طبقہ برائی الدین کی بھی موجود ہے۔
سرورہ للهانہمیں ہے۔

وَذَكْرِنَا الْوَسْنَاتِ
اوہ ہے انسان کو تکید کر دی اسکے
لَا يَرَى شَيْءًا حَمِيلَةً أَمْمَةً
ماں باپ کے تھیں، اسکی ماں نے
وَهُنْتَغْدِي وَهُنْقِبْلُهُ
کے حکم حکم کر پیٹ میں رکھا
فِي قَمَمْنَ أَنْ اشْكُرْ
بیت اور وہ برس بعد دو دو سو جدا
کیا ہے۔ لئے انسان سر اور پیٹ میں
لیتی کوئی دیا۔

+ + + + +

اللہ اکبر! جن دالدین کی شکرگزاری کو اللہ تعالیٰ

خود اپنی شکرگزاری پر کھراہ تکید الاتے ہیں ان کے مقام
بننے کا تھی اکہنا۔ گو اپنے شخص مان باپ کی شکرگزاری و فرابنگداری
نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکرگزار کیا خاک ہو گا۔ من سمجھ
یہ شکر العبد نہیں کر اللہ۔ جب عالم لوگوں کی ناشکرگزاری
ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ اسی شخص اللہ کا یعنی شکرگزار
نہ ہو گا تو مان باپ کی ناشکرگزاری تو بد جسم اولی اس شخص
شقادوت و تا سپاسی کی ملکی دلیل ہوئی۔

سورہ احفات میں ہے:-

وَذَكْرِنَا الْوَسْنَاتِ | اور تکید کر ہے انسان کو والدین
بَعْدَ لِدَيْنِهِ أَخْسَفَ | کے آنچہ بھائی کر شکر پھر پڑھیں
حَمِيلَةً وَأَمْمَةً لَأَرْجُنَ | رکا اسکو اپنی امانت تعلیف
أَثْهَاتَهُ كُسْهَهَا | اٹھاتے ہوئے اور پھر جن اس کو
تکلیف اٹھاتے ہوئے۔

+ + + + +

آخری دونوں آپتوں میں اگرچہ صحت کا ذکر مان باپ
دونوں کے بارے میں ہے لیکن تفصیلی التفاصیل صرف
والدہ کی طرف فرمایا گیا ہے۔ یعنی والدہ کی شکرگزاری

تصویر صرف اولاد کا ہے نہیں مان باپ کا۔ اصلی حرم تو
وہ فکری نسل فہرست ہے جس سے والدین اور اولاد کی محبت تک
کوہ قادر پرستاد اور اس کی خراہ پر عظیم حکایتی لظاہر اور
خاندانی دحیت کی دھیان بھیزدی ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ
مغرب میں والدین اور اولاد کے درمیان محبت بخفاہ ہوئی۔
نہیں۔ بخوری کے درجے میں یہ اب بھی یافتی جاتی ہے۔
الی ہی بخوری صیبی ہیں پانی میں اور روشنی کمانے کیستے
لاحق ہوتی ہے۔ جبلت کا ایسے داعیہ اور اس لیکن کسی
فکری خاباطے کسی انسانی عقیدے سے اور کسی اخلاقی نظریے پر
اس کی بنیاد نہیں رکھتی ہے۔

یہ ایک زائد بات تھی۔ کہنا یہ ہے کہ والدین کے
ساتھ نیکی، اچھا سلوک اور اُن کی فرماداری اسلام کا
ایک ایسا اہم ترین حکم ہے جسے خاک جسی اہم الامم عبادتی
متصل بعکا درجہ حاصل ہے۔ مزید احادیث ہم اشارہ اللہ
آنکھ پیش کرنے کے۔ ہمارا چند آیات تازہ ترین۔

سورہ عکبیوت میں ہے:-

وَذَكْرِنَا الْوَسْنَاتِ بَعْدَ لِدَيْنِهِ | اور صحت کی ہے ہے انسان کو
حَسْنَاءِ اُنْ جَاهِدِنَ | پانی والدین کیسا تھا بھلانی بخوبی
لِتَنْوِيْقَ لِي مَا يَسْلَكُ | کی۔ اسی رہے قبھے اصرار کرن کے
إِلَّا عِلْمُهُنَّ لَكُمْ لِطَعْمَهُمَا | تو والدکم کیسا تھی اور کو شریک
شیر جسے باسے ہیں مجھے علم نہیں
+ + + + +

تو ان کا کہا مرتان۔

یہ آیت حضرت سعد بن ابی دفاص کے معالم میں
نازل ہوتی ہے۔ ان کی والدہ مشرک تھیں۔ بیٹے کے اسلام
لائے کی خبری تو مدد درجہ رنجیدہ ہو گئیں۔ لیں الفخر عجید کیا کہ
جب تک بھی اسلام کو خریدا نہیں کہا تھا اپنی اور سزا بھی
حرام ہے۔ یہ شاید پہلے اسی "مرن برت" تھا جو ایک مشرک
عورت تھی اپنا بھاطا بھلوانے کی مناظر رکھا۔ حضرت مسیح پرست
پریشان ہوئے کہ مان باپ کی فرماداری تسلیم نہیں
سے چھر کیا کریں۔ ان کی مان کا حال یہ تھا کہ لوگ مجھے
چھر پریس کے غذا نہیں ہے تھے۔ وہ بیٹے سے اوار بار کہیں!

حکم لفظتے۔ لیکن ہمارا اس سے بھی بڑھ کر ذمہ اور بھاری لفظ اعطاف ریا یا۔ ”قہنا“ اس اصل فیصلہ کو کہتے ہیں جس کا کوئی ایسا نہیں۔ جو بدل ہی نہیں ملتا جب اللہ کسی چیز کا فیصلہ فرماتے تو آسمانوں اور زمینوں میں کون ہے جو اسے بدل سکے۔ ثابت ہوا کہ جس طرح اللہ کے سماں کی عبادت کا جائز تابع نہیں تھکلے گا اسی طرح والدین سے بدل سکی کا جواز بھی بھی نہیں تھکلے گا۔ قرآن کی دریاؤں میں متعدد جملے اپنے صفات اسے والدین کا ذکر بھی مسلکتے ہیں۔ مگر یہ انسان کو جتنی قدر اپنی آسمان، سماں اور آرام کی ہوتی ہے اتنی ہی والدین کی ہوتی چاہتی ہے۔ سب اغفاری اغفاری دلوالدی دابرائیم۔ — سب اغفاری دلوالدی۔ (نوح)

حدیث بالامیں والدین کے ساتھ حسن سلوک کو چہاڑک پر فو قیمت دی گئی ہے۔ چہاد کے مشہور معنی تو کہا تھے اعلاء کہتے اخن کی خاطر جانشی کرنے کے ہیں، لیکن حقیقتاً وہ اس سے زیادہ وسیع مصداق کا لفظ ہے۔ کم سے کم مغلطوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ چہاد حق پر مفہومات کا نام ہے۔ ”ثبات“ کی سرشنستی ہی سے یہ بات نکلتی ہے کہ اس ”حق“ کو درستروں تک پہنچا یا جانے چاہئے اسی دو چہدیں جان والی کی تشریف بانی دینی پڑتے۔ اسی لئے یہ تبلیغی لوشن بھی ”چہاد“ کے زمرے میں آتی ہے بشرط لکاشان حق کے بالے میں قطفاً یکسو ہو۔

یہ کیف چہاد اپنی تمام ترقیدیں وعظت کے باوجود بر والدین سے دوسرے درجہ پر آتا ہے اسی لئے شرکت چہاد کو والدین کی اجازت پر موقوف کیا گیا۔

اب کیا یہ کہنا بھی باقی رہ گیا کہ خاڑی کی بروقت اداگی چہاد سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ بظاہر یہ بات عجیب سی نکھتی ہے۔ نیز جب احادیث میں چہاد کے بامیں تواب اور اخروی اعمالات کا بیان پڑھا جائے تو اور بھی حیرت ہوتی ہے کہ خاڑی کو اس رو قیمت کیسے ہو گئی۔ مگر عجب وحیرت سلطنتی کے سوا کچھ نہیں۔ خور سے دیکھئے تو چہاد کا مقصد بھی

یکوں ضروری ہے اس کی نیادی وجہ ظاہر فرمائی، لیکن دالدار کے لئے کوئی تو ضریح نہیں کی۔ اس نکتے کی تفصیل اشارہ اللہ ہم آگے چلکر اس موقع پر پیش کریں گے۔ جب یہ دیکھنا ہو گا کہ ماں اور باپ میں سے کون سے قسم کی اخلاق و شکرگذاری کا زیادہ سبق ہے۔

سورہ بقعتہ من اللہ تعالیٰ نے اس یہود کا ذکر فرمایا، جو بھی اسرائیل سے لیا گیا تھا۔ اس میں بھی ویا والدین احساناً کا تضویحی ذکر موجود ہے۔ بھی حکم سورہ نسأة کے چھٹے درج ہے۔ سورہ النام کے ایسوں روکوچ میں بھی اس کی تکرار ہے اور اس طرح کہ مانعِت شرک کے میں بعد بالوالدین احساناً کی تائید کی گئی ہے۔ آگے سورہ بنی اسرائیل میں پر ایسی شان اور فضیل کے ساتھ آیا ہے کہ جس خوش نصیب کو عربی کا معنید ہے علم اور ادب کا ذوق ہو دہ ان آیات کوئی کمی یا رضاختہ بغیر نہیں رہ سکتا۔ فرماتے ہیں۔

وَنَهْنَى سَرْبَيْكَ أَكَّا
وَعَدْ دُالَّا إِيَّاهُ
وَلَا وَالَّدُنْ أَحْسَانًا
أَمَّا يَعْلَمُ عِنْدَكُكَ
الْكَسْرُ أَحَدُ هُمْمَادُ
عِلْمَمَا فَلَرْ تَعْلَمُ لَهُمَا
أُمَّتُ وَلَرْ تَعْلَمُ هُمْمَا
وَرَلْ لَعْمَمَا لَرْ كِيمَا
سَادَنِي كِسَّاَهُ اَوْ جَكَلَادُ
وَلَعْمَمُ لَعْمَاجَتَّا خَ
النَّدَلَلِ مِنَ الْوَحْمَسَةِ
وَقَلْ لَرْبَتَ اِرْحَمَهُمَا
كِمَاسَرْ بَمِيَّجِ صَفِيرَاً
+ + + + +

لکن با مقاریں دعویت سوز و گداز سے لبر ز کلام۔ لکن با مقاریں دعویت سوز و گداز سے لبر ز کلام۔ لکن با مقاریں دعویت سوز و گداز سے لبر ز کلام۔

لکن با مقاریں دعویت سوز و گداز سے لبر ز کلام۔ لکن با مقاریں دعویت سوز و گداز سے لبر ز کلام۔ لکن با مقاریں دعویت سوز و گداز سے لبر ز کلام۔

نمازی کا محتاج ہے۔ وہ مقصود بالذات نہیں وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ اسی لئے اس کی فرضیت ساقط بھی ہوتی رہتی ہے اور افراد کی قوت اور دسائیں کے اختباں سے اسکی فرضیت اور گیت کے مارج بھی مختلف ہیں، لیکن نماز کی بھی ساقط ہوتی ہے نہ اس کی گیت ہیں کوئی تبدیلی ممکن ہے۔ وہ بر بالغ مسلمان پر ہر جگہ ہر زمانے میں یکسان فرض ہے جس کے لگوڑہ خرط صفت سے کروٹ بھی نہ بدل سکتا ہو تو اشاؤں سے پڑھنے کی فرضیت جو روکی توں باقی رہتی ہے۔

اقامت دین کے سوابیا ہے؟ اقامۃ دین کا سبکے طراہ اور احمد ترمذی نماز ہے۔ اللہ نے اپنے ان نیک بندوں کی تحریر کی تھی قطعاً ارض پر حالمانہ غلبہ مل جائے پہلی خصوصیت یہی بتاتی ہے کہ وہ نمازیں قائم کرتے ہیں۔ یہ بوت ہے اس بات کا کہ نماز اصل مقصود ہے۔ فایت و نزل ہے۔ ایمان کی عجیس نصویر ہے۔ اس کا حسن و جمال کسی اور شے پر موجود نہیں، بلکہ یہ تو خود ہی سراپا حسن و جمال ہے۔ برخلاف اس کے جہاد ہے۔ چاہے وہ مقام کے معنی میں ہو یا پڑا من جو وجہ کے اپنے حسن و جمال کیلئے سبکے پہلے

مکتبہ تخلیٰ کی جملہ کتابوں اور دار الفیض حماں کے سردہ درنِ جمعت کیلئے پاکستانی حضرات اس پتے سے رجوع فرمائیں۔ عثمان غنی۔ یونیورسٹی مکتبہ سختمانیہ ۳۲۸۰ مدنی بازار پر یہی بخش کالونی کراچی

تفسیر سورہ ولیٰ

از مولانا ابوالکلام آزاد۔
آپ سورہ ولیٰ کے تعلق ان کا مشتمل
بڑھتے ہیں۔ کیا اچھا ہو اگر اس کے مطالبے بھی اگاہ
ہو جائیں۔ مولانا آزاد نے بڑی کاوش سے یہ مطالب
سپرد تکمیل کیے ہیں۔ قیمت صرف چھ آنے۔

فائل بی فضل وکال مخصوصیت

تعلیٰ مقام اور تجدید نسل و منطق کے مفضل و مستدر حالات
ایک حصہ فاضل کے قلم سے جو کا سلیس ترجمہ جات
رہیں احمد عسکری نے کیا ہے۔ قیمت پونے در و پے۔

انسانیت کے تقلیض

اہمیت، ان کے صورتی
معنوی اثر۔ اور ان کے باہمی تنظم و ربط پر ایک
ستق اموز کتاب۔ آخر میں "حسن معاشرت" کے ذیر
عنوان حقوق العباد پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

قیمت فجل دد روپے

مکتبہ تخلیٰ دیوبند (دوپہری)

باندیلوں کا سبک

آج لوٹدی فلامون کا کوئی قبیہ
ہمارے اور گرد موجود نہیں ہے
لیکن تاریخی اور علمی سطح پر یہ تہذیب موجود ہے کہ کوئی قرآن
میں لوٹدی علماء کے سبق احکام ہیں جو ابتدی ہیں۔

ہذا کوئی مضائقہ نہیں اگر آپ اس کتابے مطالعے سے
اپنی دینی و علمی معلومات میں اضافہ فرمائیں، اس میں یہ کہ
ایسی کتاب پر عالمانہ تعمید کی گئی ہے جس میں دعویٰ کیا
گیا تھا کہ باندیلوں کے معاملہ میں جملہ ائمہ و فقہاء اور
مقفسہ رین و میثین نے بے داشتی اور قرآن سے بے خبری
کا ثبوت دیا ہے۔ اس موضع پر صرف کامولانا ابوالکلام
آزاد کے نام خط اور مولانا کاجاہ بھی شامل کتابی
صفحات ۱۸۸ قیمت ڈریٹھ روپیہ۔

جو اہر رسالت

حسن معاشرت، حقوق اللہ،
حقوق العباد، اخلاق حسنة اور
بعاصائر و حکم وغیرہ کی توضیح کرنے والا بھروسہ حدیث۔

جس میں ہمارا کاغذ عنوانات کے تحت ارشادات سول
جمع کئے گئے ہیں اور ترجمہ و تشریح بھی ساختہ ساختہ ہے۔
قیمت سوا درود پے

مکاتیب زندان [ستاد بولا اعلیٰ مودودی، المحسن]
اصلاحی، میان طفیل احمد
جل سے لکھے ہوئے ان میتوں حضرات کے سبق آموز
خطوط۔ قیمت دو روپے۔

فسادات جلپور وساگر [میرزا پارہیز
کی فقیریں]
اور اس کے بعد
جا عتوں نی

روپریں: اردو اور انگریزی اخبارات و رسائل کے
 مقابلے، ہندوی اخباروں کے فریدات، رہنماؤں
کے تاثرات، اسلامی کاموں کا جائزہ، تکمیل تصوروں
کے ساتھ، قیمت دو روپے رانگریزی ایڈیشن سوانح و سیرا
بعض غیر مسلمین کے قبول اسلام کی
اسلام زندہ باد [چیپ، سبق آموز اور یامان افروز]
داستانیں: قیمت ایک روپیہ۔

امام غزالی کا فلسفہ نہایت خلاق [حضرت امام غزالی]
کامیابی پر اپنے بارہ
شناخت، ان پر پڑھنا نہ اور سیر حاصل تالیف بھی دیکھنا
ڈائیٹ۔ قیمت جلد دشیں روپے۔
بلغ امدادیین [ازیارت قبور کے موضوع شاہ ولی محدث]
متعلقہ تمام ہی امور پڑھنا نہ لفظوں۔ مجلہ خوار و پی۔

تاریخ صحیفہ سماوی [متوفی:- دیر و فیض]
تورات، انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب اور
حافظت کا تاریخی میازد تحریف لفظی و معنوی کی بحث
اور علمی پورپتے قرآن مجید پر اعز احادیث اور اُنکے
دلکش اور مستحب جوابات اور تنازع۔ پاچ روپے۔

فارسی کا ایک مقدمہ تین حصے [اصول فارسی حلقوں]
حضرت ددمبر ۱۹۸۷ء
معین نارسی، دروس فارسی، چاروں نکی جیاتی رعایتی
قیمت دو روپیے۔ یہ کتابیں ایک لشیں اپر اندراج و ترتیب
کے ساتھ فارسی سے بہرہ دو کرتی ہیں۔

اسلام کاظم اعدل [دشائی اسلام کے مشہور مصنف
استاذ مفتاح نظم عدل کو نہایت دلچسپ امر براہ در
مشق شکل میں پیش کرتی ہے۔ ترجمہ سلیمان شکفتہ۔ مجلہ چھپا۔

التبیٰ الخاتم [استر رسول بر مولانا مناظر حسن
میلان کی وادہ مشہور کتاب جس کے
باشے میں ایں نظر کا فیصلہ ہے کہ سیرت کی لا تبریری میں
اُن قسم کی کوئی کتاب موجود نہیں ہے۔ محمد بن واتیں روپے۔
حقیقت عبودیت [اعمارت کے کہتے ہیں، عبودیت
کیمی ہے۔ اپنے کا سیر عالم اور
ایمان افروز جواب دشائی اسلام کے شہرہ آفاق امام
محمد بن علام ابن تیمیہ کی زبان سے نہیں۔ ترجمہ عالم ہم۔
قیمت ایک روپیہ ۳۵ روپے۔

خاہدان خدا کا خوف آخرت [خدا اور آخرت
ہی کے خوف
پر یامان کا دادر ہے۔ یہ کتاب آپ کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور حجۃ البصر کے بعض ایسے افراد
اور یامان ازدواج حالات سے روشناس کرنے کی جو
خوب آخرت پر مبنی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ۔

مسلمان شوہرو بیوی [ذن و شوہر کے باہمی
حقوق و فرائض اور
تعلیمات کی توجیت اور عده زندگی گذارے کے طور
طرین کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ ۲۰
قدسہ انکار حدیث کا منظرو پیغمبر [اپنی قرآن کی
حدیث کی تائید میں پیغمبر کتاب مکمل ہے۔ جلد د۔
سازھ تبرہ روپے رمسی کو چھوڑ کر صرف جلد اول
ددم بھی طلب فرماسکتے ہیں جن کی قیمت ساٹھ چھپی
تہہ جلد اول نہیں بھی جائے گی۔

قدر قرآن [ہم قرآن کی راہ دکھانیوالی۔ مجلہ واتیں روپے۔

کل کٹ اسٹریٹ

سوال کیا پناہ میں تو فروخت کے

مختلف شعبے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لئے مختلف بندوں کے سپرد ہوتے ہیں اور ان بندوں کو اہل تصوف ان کے مقام و منصب کے فرق سے مختلف نام دیتے ہیں مثلاً صاحبِ خدا، قطب، ابدال وغیرہ۔

یہ تو ہم نہیں معلوم کرتا ہیں ہر اہل تصوف اس قیمتی سے بیشتر کہ ہیں یا بعض کو اس سے انکار کھی ہے۔ کثرتِ جمال مانند والوں ہی کی ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے اس کی بنیاد کیا ہے۔ جہاں تک علوم دینیہ کا لعل ہے ان میں تو اس کے لئے کوئی اساس، کوئی سرہ، کوئی اشارة ملتا نہیں بلکہ قرآن و سنت کی بے شمار تصریحات بظاہر اس سے تصادم معلوم ہوتی ہیں، لیکن جہاں تک تحریات و مشاہدات کا لعل ہے ہم تصوف کی عملی یقینات سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ ہم ممکن ہے اس عقیدے کی بنیاد سے طرح کے پڑا سرا و مشاہدے یا کشف و الہام پر ہو۔ ہو سکتا ہے کہ رحانہ عالم کے گونوگوں شعبوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حروفیات اور تقدیر کردار لانے کے لئے بعض انسانوں پر کوئی طرح واسطہ اور زیستی بنایا ہو جس طرح فرشتوں کو امورِ مختلف میں ذریعہ و واسطہ بنایا ہے۔ یہ ناممکن نہیں ہے اور اس کے مانند میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے الگ غلوتی وہ روشن اقتیار نہ کی جائے جو وہ فیضِ صاحبے کی ہے، لیکن قلوبے چنان اس طرح کے نازک حقائق میں محل نہیں تو سخت دشوار ضرور ہے۔ اس لئے ہم کہیں کہ اس عقیدے کو دیوار پر ہے مارنا جائے رہا یہ کہنا کہ اقطاب و ابدال وغیرہ اس خصیٰ کی وجہ سے کرتے ہیں جو ان کے حضور دستی سے سوال دراز کرتا ہے تو یہ نہایت خطرناک اور شرک اگر یہ علم ہے۔ اسبابِ معلم کی

مسئلہ تصوف

سوال اسٹریٹ: از محمد اتفاق حسین۔ پبلیک میں۔
الف) دکن کے ایک عالم صاحب۔ کوئی معنوی نہیں بلکہ وہ ختمانیہ یونیورسٹی میں دینیات کے پروفیسر وہ چکے ہیں اپنی ایک کتاب میں لکھتے ہیں۔

”مسلمان تصوف کے معنود ہیں ان کا بھی بھی عقیدہ ہے کہ حاجتِ روای کے لئے خوش کا ایک ڈسپارٹمنٹ ہے۔ امامین، ابدال، افتاد، اقطاب، فقیہاء، جنیاد غیرہ اس ڈسپارٹمنٹ کے کارپردازان ہیں۔ جبکہ ان سے حضور میں دستِ سوال دراز کرتا ہے یہ عده دار ان کی حاجات و مرادات میں ان کی دستگیری کرتے ہیں۔“

آپ سے دریافت طلب امریز ہے کہ کہا یا تعالیٰ تمام قائمین تصوف کا یہی عقیدہ ہے؟ اور یہ تجھی تشریح فرمائیں کہ قرآن و حدیث کی رو سے اس کی کیا حقیقت ہے؟ (رب) نیز ہمارے اکثر مرشدین کرام کی شخص کو فرمید کرتے وقت اپنا جھوٹا پانی بلاتے ہیں۔ میرزا اس حموٹے پانی کو مرشد صاحب کی طرف سے پیٹھ کر کر کھوئے ہو کر متلبے۔ براؤ کرم بتاتے ہیں کہ اس رسم کی دینِ اسلام میں کیا حقیقت ہے؟ کیا یہ ہمارے اسلام کا طریقہ رہا ہے؟

الجواب علی:

الف) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اہل تصوف میں کثرت کے ساتھ یہ عقیدہ پایا جاتا ہے کہ دفترِ عالم کے

فانقاہ مجیدیہ چھلواری شریعت کے سجادہ نشین حضرت مولانا بابدالرین رحمۃ اللہ علیہ رجھوں بھاروہ مالزیر کے پیٹے "امیر شریعت" بھی تھے جسے کسی نے "اویساۃ اللہ" کی آنکھ بوسی قبریوں سی یا کسی بھی آستانہ اور مزار کو چھمنے کے بارے میں استفهام کیا تھا۔ انھوں نے جواب دیا تھا وہ خانقاہ مجیدیہ تھے ترجمان "المجتب" میں کھودن پہلے شائع ہوا ہے۔ مخصوص نے جہاں جمہور فقہار کو قبریوں سی کا حوالہ بتایا ہے لیکن کہ حضرت رسول اللہ علیہ وسلم کے مزار شریعت کا پردہ دینا یا چھونا جائز نہیں تو کسی اولیاء کی قبر کا پردہ یا چھونا جائز نہ ہونا چاہئے۔ وہیں یہ بھی لکھا ہے کہ تھوڑے فقہاء اس کو جائز بتاتے ہیں۔ اب آپ برآور کرتا ہیں کہ کیا واقعی کچھ فقہاء قبریوں کے جواز کی طرف گئے ہیں؟ انھوں نے جائز کہتے ہوں کہ دلائی بھی اسے میں تھیں میں قبول کر دیا ہوں۔ مجھے پونک موقع نہیں کہ کتابوں کی طرف رجوع کر سکوں اس نے آپ کو تکلیف فرمے رہا ہوں۔ بہاں پر یہ تذکرہ بے محل نہ ہو گا کہ اس خانقاہ کا ہر سجادہ نشین بعد نماز عصر پوری پابندی کے ساتھ اپنے بزرگوں کی قبر کو چھمنا ہے۔

بُوْسَةَ قبرِ کو جائز رکھنے والے فقہاء تھوڑے ہیں اُنہیں بھی روشنیں ہیں ایک تو مثل جمہور کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کے قریب جا ہی بے ادبی جانتے ہیں، چھونا یا پوست کہاں ہو سکتے ہیں۔ لیکن اولیاء وصالہن کے قبور کا وہ سر جائز کہتے ہیں، جو اے امام اعظم رہے پورے پتر کی نسبت کوئی صریح قول نہ اثبات میں ہے زلفی میں۔ لیکن منیر طیبیہ میں روشنہ الور کے سامنے حاضر ہوئے ہیں اُب کا لحاظ رکھنے کی تائید فرماتے ہیں۔ روشنہ منورہ کی دیوار سے چار ہاتھ کے فاصلہ پر رہنا چاہئے اس سے قریب تر جانا بے ادبی ہے، لیکن فقہاء و محدثین سے کوئی اُب جیسی اُب سبکی اور عرب بن جمادہ اور محب طبری اور ابن ابی القیف دیگر کم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار شریعت کے چھونے اور بوسہ دینے کی سن میش کرنے اور جائز تھا ہیں۔ ان کے دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت بالا

منطق کے تحت تو کہتے ہیں کہ اتنا دو اقطاب بھی اسی طرح کر سکتے ہیں جس طرح ہم اور آپ ایک دوسرے کی لا سکیری کرتے ہیں، لیکن اس انداز کی دسکیری جسی کہ عمارت منقولہ میں مرادی گئی ہے سو اسے خدا کے کوئی نہیں کر سکتا۔

ہم نہیں جانتے کہ ایک ملیسے دوسرے جب کہ شرک و زندگ اور بدعت و تجدید ہو اور پانی کی طرح عام ہیں کوئی صاحب تمہری سلماں تصوف کے ان عقائد کا ذکر المکر کیوں پڑھتا ہے جن کا حامل وصول اس کے علاوہ کوئی نہیں کہ خواہ کے خالی سے خالیات میں ہر یہ فرد اپنے شرک و بدعت کی چیزی کو کھادلتے اور جو لطائف اپنے کے درجے کے حسابت حال شاخ سے مخصوص ہے ہیں وہ بارگاہ خواہ میں باز پر اعلیٰ بن جائیں۔ دخواز بالدر من شر و رافتنا۔

(ب) بہر علم و فن کے پچھا آداب ہوتے ہیں پھر تصوف ہی کافی اس سے کہوں خالی ہوتا۔ کوئی فکر نہیں کہ مرید کے کے لئے مرشد کی جذبہ اسی طرح قابل تعلیم ہوتی ہے جس طرح شاگرد کے لئے استاد کی۔ اپنی تصوف نے اگر اس سیم و تکریم کا لحاظ کر کے کچھ آداب اختراک کئے ہیں تو ان سے اصولاً ہمیں کوئی تحریض نہیں۔ لیکن یہیں یقین ہے کہ آداب وضع کرنے میں بھی متعدد ارباب فن افراد و علوکی سلطنت پر پہنچ گئے ہیں۔

جھوٹا یا بیانی جلانے میں تو کوئی حرج نہیں۔ قیاس اپنا ہے کہ ایک حقی اور نوکار شیخ کا جھوٹا یا بھی مفیدی اخراج رکھتا ہو گا۔ مگر یہ اضافہ محض تکلف محسوس ہوتا ہے کہ پانی پر ہو کے پسخ مرشد کی طرف ہے۔ اس کے مصلح و منفی

اگر لوٹی تصوف شناس بزرگ دلچسپ فرمادیں گے تو شاید ہم کچھ کہہ سکیں لیکن بحالت موجودہ اس سے زیادہ ہمیں کچھ کہنا ہیں کہ یہ عمل ہمی احتیار سے تو حرم نہیں ہے مگر ان افعال میں سے ضرور ہے جو انہوں نے صریح و مکمل دین نظرت کو غباراً کو کرنے میں تاریخی پارٹ انعام دیا ہے۔

بوستہ

سوال: ازید رضوان غنی اصلاحی۔ چھلواری شریف۔ پنج

ہیں۔ زیر تصنیف بھی کی سے قرآن مجید اور کتب حادثت اور قبور صاحبین سے پرس کو تعظیماً جائز رکھا ہے (۱۴) اسی نذکورہ بالا دلیلوں اور حجرا سود کے تعظیمی پرس کی بناء پر محب طبری حدیث نے بھی قبور صاحبین کے پرس کو جائز بتایا ہے انھی دلیلوں سے امام سعی کے دار الحدیث کے اس فرش پر اپنا نئز رکھا جس کو امام نوی کے قدم نے مس کیا تھا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی علیہ الرحمۃ من وستان کے شہور بزرگوں میں سے ہیں۔ بہت طرف حضرت حجۃ ثقیہ ہونے کے علاوہ اہل طریقت بھی تھے انکے ملفوظات کا اقتباس پوسٹر قبر کی نسبت تھے۔

”ایسا نکس پر صدر کو پوسٹر ادن پیغمبر ناد مرید پر ادیگر بزرگاں و علی انداختن چہ حکم دارہ۔ ارشاد شد کہ در مقامہ زیارت قبر بسیار بد عات رواہ یافتہ فقیرہ آں منبع میکنند میگویند اگر بر قبر اور دو پر مخفیانس و پرس کند مفہماً فرمیت“ پھر صفحہ ۱۲ میں ہے۔

”روز سے بر تقرب عرس برادر مولوی عبد القادر خود بر قبر والد ماجد وغیرہ مسائِ شریف خراشدا اول پیارہ وفتاد با وجود بُنی مسافت وقت و وقت اپنے آمدن سوار آمدہ و قبور پیران را لکھو پر بزم پوزند از دست یو سید“

پھر آخر کتاب صفحہ ۱۱۹ میں ہے:-

”ارشاد شد کہ امر و زور حدیث دیدم کہ ابوالیوب صحابی جبلیل القدر بر قبر آخ حضرت رونہادہ حی گلستانہ پس ازس دلیل تشقیف فہمہ کہ بنا پر لوسہ اور پیدرو پر مرشد منع ہی کر دن بخات خدا الحمد للہ علی ذلک“

ان ملفوظات کے اقتباسات سے ظاہر ہوا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے عالمی مونیکی چیخت سے سائل کے جواب میں بھی فرمایا کہ پوسٹر کو فقیر اور سمع کرنے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ والدین کی قبور کے پرس کی اجازت نہیں ہیں بلکن اپنے پیران طریقت کے مزاہ کی زیارت میں چون تھے آہا واجداد بھی تھے پاس ملحوظ

جب شام سے مدینہ والیں شریف لائے اور مزار شریف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو اپنا مذہ مزار مبارک پر ملتے اور روتتے تھے۔ اس روایت کو ابن حجر عسکری رحمۃ اللہ علیہ ”جو هر قوم“ میں مندرجہ سے ہونا بتایا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ مزار شریف سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھتے ہوئے اور مزار شریف پر تھر کے ہوئے تھے۔ حرون آگیا اور اس حالت کو دیکھ کر ان کا شاشاز بکھر کر بولا کچھ تھے جو بوجہ کیا کرتے ہے ہو چکھوں نے اس کی طرف ترخ کر کے کھاکہ ہاں میں پچھا اور رائیٹ کے پاس نہیں آیا میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہوں (عن) دین پر نہ روز جس وقت اس کا دالی اس کا اول ہوا میکن بروہ حب اس کا دالی ناالیل ہو۔ اس روایت کی نسبت ابن حجر عسکری نے جو هر قوم میں کہا ہے کہ احمد و طبرانی ونسائی نے اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی ساد کے ایک راوی کو نسائی نے ضعیف کہا ہے، لیکن دوسروں نے اس کی توثیق کی ہے۔ اسی روایت کی نسبت نور الدین علی بن احمد ہبودی خلافۃ الوفا میں لکھتے ہیں کہ اس کے راویوں میں سے ہم بن خالد کو میں نہیں جانتا، لیکن ابونبیست اور اس سے اور پرسب تقریبیں۔

تیسرا دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ بن عمر عنے اپناداہنا براحت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک پر رکھا یعنی مزار شریف کو مس کیا یا سعی کیا چوہی دلیل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ابنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکے مزار شریف سے ایک سطحی خاک لیکر اپنی آنکھوں پر رکھا اور گریا۔

یوہ قبر کو ما انہر بتائے و اسے وہ فهمار جو لحاظ پاس اے ب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار شریف کے قرب جانے کو توبے ادبی حاشیت میں لیکن وہ بھی انہیں بر قوم روایتوں سے اولینہ و صاحبین کے قبور کا بوسہ جا نہ بتاتے

فُردوں کو پوسہ دیتے ہیں۔

اس صورت حال میں صرف آئی سی بحث سے کوئی
فائدہ نہیں کر سکتے قبضے جائز ہے یا غیر جائز الگ مددود کے
چند علماء کی نگاہ میں وہ جائز ہی ہو تو ہر دشمن جانتا ہے کہ
کسی فعل کے نفعے جائز ہونے کا یہ طلب ہر کوئی نہیں کر دے گا
لکن دیستہ اور ہر محل میں جائز ہو سکتا ہے مج یا شام کی سریں
کوئی حرج نہیں لیکن الگ سیر کی وجہ سے جماعت تھا ہم نے
لگے تو کسی جائز سرنا جائز ہو جاتی ہے۔ یا مثلًا یوں ہے ہی کہ
معاملہ تھے۔ یا سر جائے خود فعل حرام نہیں ہے کیونکہ وہ
فطری جذبات کا ایک مظہر ہے اور کوئی بھی مظہر اسوقت تک
ناجائز نہیں ٹھیک تا جب تک اس سے ضریعت کی تعلیمات نہ اڑ
نہ ہوں۔ تھے بھیں کے لب و مارض کو ہم چوتھے میں اس کے
جاوزیں کسی نے تلاک نہیں کیا، کیونکہ اس سے کسی شرعی پراحت
کی تردید و تخفیف لازم نہیں آتی۔ یوں کا یا سر نہیں جائز ہے،
اس میں بھی دور استے نہیں۔ لیکن ہماری بھی امریکیوں ہو جائے
تو حالانکہ یہم اس کے باپ ہیں مگر شریعت نہیں اجازت دیتی کہ
اس کے لب و مارض کو چو جائے۔ اسی حرج خلوت کی بجائے
خلوٹ میں یوں کا یا سر جائز نہیں ناجائز ہے کیونکہ اس سے
شریعت کے وہ احکام متاثر ہوتے ہیں جو اس نے شرم و
چماکے تحفظ اور بے جوانی و نیاشی سے اجتناب کے بلکہ میں
دیتے ہیں۔ ان مثالوں سے یہ ثابت شدہ حقیقت بالکل
منقطع ہو گئی کہ جو امور اپنی مجرد حیثیت میں جائز ہیں وہ ان
 تمام صورتوں میں ناجائز ہو جائے ہیں جب ان نے بطن سے
مضغ اور مترسر اٹھانے لگے۔ جائز امور تو کیا محسن امور کا
بھی یہی حال ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ نماز نفل کس قدر محسن
تھی ہے لیکن نماز فجر و غصر کے بعد اس کی بھی مالاعت کوئی
کوئی کیونکہ اس میں ذرا ساختہ تھا۔

اُن کو شوئیں کو نظر میں رکھنے کے بعد دیانتہ دارانہ فیصلہ
کیجئے کہ اگر اُن دلائل سے جواہر مبینی وغیرہ نہ ہیں
پورہ قبرنی نفسِ حائز بھی مظہر جائے تو کیا اس جواہر کو اس
بات کی کافی دلیل سمجھا جا سکتا ہے کہ لوگ پورہ قبرنی کو

اول فقہاء مزارات کو منسے نہ چھاتو فرط محبت اور لکے
دلی جذبہ نہ باخہ بڑھا کر وہ دواہی دیا یعنی مزار پر باخہ
رکھ کر اپنے باخہ کرو جس کو استسلام کہتے ہیں اور یہ تو سے
کا ادنی درجہ ہے۔ تم حضرت ابوالاوب القصاری رضی اللہ
عنه کی روایت ان کی نظر سے گذری توجہ دل نے
جو شیں اگر فقہاری اجتماع سے آزادی حاصل کرنیں مستعد
کر دیا اور اس آزادی حاصل ہونے پر ہر دل سے خداستے
کر کم کے شکر میں شکول ہوتے ہیکوں ۹۰ اس لئے کہ فطری محبت
کا تقاضا تھا کہ اپنے پیران و اجداد کے مزارات پر یورہیں
لیکن جب ہو فقہاء کا قول سذراہ تھا۔ ایک صحابی سے پوچھ لئے
راستہ صفات کر دیا اور تناسے دلی پوری پوری تو خدا کا شکر
اد کرنا ضروری سمجھتا ہے۔

الجواب:-

بوسہ قبر جائز ہے یا ناجائز۔ یہ فصل دینے سے قبل ہم
یہ نور کرنا چاہیے کہ اُنکس مقدمہ کے تحت کوئی حق اس نام
کا سوال کسی مفتی کے آگئے جاتا ہے۔ کیا ایسا ہو ہے کہ کسی
دینہ اور آدمی سے فریاد بذات میں بوسہ قبر کا ارتکاب ہو گیا
ہے اور اب وہ پریشان ہے کہ فدا جانے پر قبول جائز تھا ایسے
گواہ سرزد ہو گیا ہے۔ اسی پریشانی کو دوڑ کرنے کے لئے وہ مستفادہ
کی جست اٹھاتا ہے تاکہ الٰہ مفتی جو اُر کافی فصل دے تو وہ مطمئن
ہو جائے کہ اس سے معصیت کا حد وہ نہیں ہوا اور الگیر ہوت
کافی فصل دے تو قبورہ و مستفادہ کرے۔

یہ صورت حال ہوتا تھا تو بحث کی ضرورت نہیں ابھی
بڑا بہے کہ وفر جذبات میں اس طرح یہ عمل کا ارتکاب
انضباط میں داخل ہے جسے معصیت نہیں قرار دیا جا سکتا۔

یہیکن آپ اور ہم سب جانتے ہیں کہ صورت حال یہ
انہیں سچے بلکہ بُرے سے قریب و ری شریعت میں ایک استقلال دب
اور کسم لی جیتیں رکھتا ہے۔ اس پر اکثر طریقت کے متولے
مالی ہیں۔ تصوروت میں باقاعدہ اس کی تعلیم دی جاتی ہے
وہ رعنی بحثت خود آپ ہی نہیں کر زیا کر خانقاہ مجتبیہ کا ہر
تجادہ انہیں غماز خضر کے بعد پوری پابندی سے اپنے بزرگوں کی

کی پیش کردہ دوسری دلیل سے تو الٰہی ان کے دعوے کی تردید ہوتی ہے نہ کہ تائید۔ ظاہر بات ہے کہ قبروں سے پٹنا یا ان پر تمحیر رکھنا اگر ایک غیر معمولی ہی اور اجنبی بات ہوتی تو مردانہ ہرگز حضرت ابوالیوبؓ کو نہ لوتا اور شانہ پر کوئی پیدا نہ کہتا کچھ سمجھتے ہی چونکہ کیا کرتے ہو؟ اس طرح کا جملہ کوئی شخص اسی وقت کہا کرنا ہے جب وہ کسی ہوشند کو اپنے فعل کر رہے تھے جس کی لذق اس جیسے ہو شدن سے نہ کہ جاستی ہو۔ شابت ہوا کہ اس دور میں قبروں سے پٹنا اور ان پر تمحیر رکھنا ایک محظی سے کم نہ تھا۔ پھر حضرت ابوالیوبؓ جو جواب دیتے ہیں اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ واقعی قبروں سے اس طرح کے مقابلات کو اصولاً وہ بھی نامعقول ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن جو نکار انجامِ علمیمِ اسلام کے لئے بعد مرگ بھی ایک طرح کی حیات کا ثبوت احادیث سے ملتا ہے اسلئے انھوں نے فرمایا:-

”یہ پھر اور اینٹ کے پاس نہیں آیا“ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہوں۔“

گویا انھوں نے خود کو اعتراض کے دائرے سے باہر رکھنے کے لئے مردانہ کو اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی کہ اس قبر کو اور قبروں پر قیاس نہ کرو۔ یہ رسول اللہ صلی قبر سے جو مٹی میں مل کر مٹی نہیں ہو گئے۔

آخر حضرت ابوالیوبؓ کے نزدیک ایسا علمیمِ اسلام کے سوا کسی کی قبر سے پٹنا اور اسے پوس دینا چاہئے پوچھا تو وہ یہ جواب نہ دیتے بلکہ فرماتے کہ نادان! یہ تو کیا اعتراض کرتا ہے۔ قبروں کے ساتھ یہ معاملہ قفل اور قول رسول کی روشنی میں بالکل درست ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین دینا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت ابوالیوبؓ بھی غیر انبیاء کی قبروں سے بوس دکنار کو نامعقول ہی تصور کرتے تھے۔

اب اگر جو زین یہ کہیں کہ تمام ادبیاء اللہ بھی انبیاء ہی کی طرح قبروں میں زندہ ہیں تب تو ہم انھیں سلام کر کے رخصت ہو جائیں گے، کیونکہ لغزو دا ہی دعووں کی تردید

اک متحمل اور عبادت اور ارادتی و اختیاری ادب و رسم کی حیثیت سے اختیار کرنے چلے جائیں۔ یہ تو ایسا ہی موقوعیت کی سائل نے پوچھا کہ یہوی کا بوس لینا جائز ہے یا ناجائز۔ فرق نے جواب دیا جائز ہے۔ اب یہ سائل خلوت اور جلوت کا فرق کہ غیر یہوی سے بوس دکنار کرنا ہے اور دیکھنے والے معرض ہوتے ہیں تو فرمی نکال کے دکھانے ہے کہ یہ دیکھنے متفق ہما جاہبے جوازی لکھا ہے۔

آن چاروں واقعات کو دیکھئے جمیں رسول قبر کے جو زر نے بطور دلیل پیش کیا ہے۔ حضرت بلالؓ حضرت ابوالیوبؓ (الفهاری) حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ اور حضرت فاطمہ زہراؓ رضی اللہ عنہم اجمعین کے یادے میں تاریخ اسلام کا اہم طالب علم ایجھی طرح جانتا ہے کہ انھیں سزا و رکونیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدود جو حقیقت تھی۔ ان کے تعلق خاطر کے شواہد نامیں محفوظ ہیں۔ اگر بھی کوم جذباتیں ان حضرات نے مزاو رسولؓ سے مفہوم کالیا، اس سے لیٹ گئے پا اس کی خاک آنھوں سے لٹکای یا اس پر باחר رکھا تو اسے انسانی جنت کے ایک ہنگامی داخطرداری مظاہر سے زیادہ اور کیا ہیں گے۔ ایسا اگر آج بھی ہو کہ آپ انہی کی محبوب ترین نیتی کی قبر راشکبار ہو جائیں، اس پر کوئی اس کی خاک کو مخفی سے مل لیں، اس پر ہونٹ رکھدیں تو یہ کوئی معصیت نہ ہو گی بشرطیاً آپ واقعہ جذبات کے ہاتھوں بے بس ہو گئے ہوں اور نہائش یا رسم پرستی کا کوئی داعیر کا در فرما نہ ہو۔

صحابہؓ نے کوئے بعض جذباتی افعال کو اپنے دعوے کی دلیل بنانے اسے حضرات سے کوئی پوچھا کر گیا ان میں سے کسی ایک سے بھی اپنے ان اضطراری افعال کو محوال اور رسم کی شکل دی تھی؟ یا زبان سے فرمایا تھا کہ یہ افعال ہم نے تذکرے نفس اور صفاتے قلب کی خاطر کیے ہیں۔ اور کیا دیگر صحابہ اور تابعین اور ائمہ میں سے بھی کسی نے یہ تصور کیا تھا کہ یہ افعال کی حقیقی اجتماعی اقتصادی نیازاد بھی اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اگر بھی لصوص کا پردہ ہٹا کر خور کیا جائے تو جو زین

سکتے بھی کچھ رواں میں ضرور موجود ہیں۔ یہ بھی معلوم ہے کہ عورتوں کا مسجدوں میں جماعت کے لئے آنابھی ردا یا تباہت ہے۔ لیکن یہ بھی معلوم ہے کہ ماچول اور فضنا کی تبدیلی کے باعث ان امور کا نفعان ان کے نفع سے کہیں زیادہ ہو گیا اس لئے نام علماء و فقہاء نے انہیں منوع قرار دیا اور یہ فحصلہ قیناشریعت کے نہایات تھا۔ اسی طرح بوجستہ قبر بھی ایسا ہی معاملہ ہے کہ اس کے جوانہ اور عدم جوانہ کا انعامدار اصل اُن اثرات و تاثرات پر ہو گا جو اس سے مرتب ہو سکتے ہیں۔

کس سے نفعی ہے کہ زمانہ شرک و بدعت کے فروع کا کیا عالم ہے۔ توحید اور اس کے تقاضے پر محفل ہو چکے ہیں۔ جہالت حام ہے۔ بھی تصوف اور سہدد و آئیڈ یا لوگوں کی خواص انکے ذہن و قلب میں وہ زہر ٹھوکھا ہے کہ اپنے خاص پڑھنے کے لئے لوگ بھی قبر پرستی اور مشائخ پرستی میں پیش نظر آتے ہیں۔ زندہ اور مردہ بزرگوں سے غلو آمیز عقیدہ تمنذیاں شاپ پر ہیں۔ مزاروں کے عرض صحیح تی احتیاک کر سکتے ہیں متفق کے دھیروں پر حڑھاوے چڑھانے اور نذریں گزارنے کی سعادت حاصل ہو جکی ہے۔ فرانس و دو اجنب اور خشت و تقویٰ کی بجائے ساری توجہ غیر ضروری عمال مشاغل کی طرف ہے، جن میں سے بعض شرک آمیز بعض مبتدا عانہ اور بعض صرف مبارج ہیں۔

ایسی صورت حال میں اگر بورہ قبر کو بھی جائز قرار دے کر اس عمل کیا جانے لگے تو یہ شرک و بدعت کی اہمیت ہوئی۔ یعنی کہ زندہ کا ہمارا کرنے کے مراد ہو گا۔ بورہ قبر اپنی سہیت کے اعتبار سے بجربے سے شاہدت رکھتا ہے۔ سرسرا نظر سے یا قدر یہ فحصلہ سے دلختنہ والا بنتکی ہی یہ احتیاک کر سکتا ہے کہ فلاں شخص قبر کو بورہ قبر کے رہا ہے یا سجدہ کر رہا ہے۔ جو لوگ سجدہ قبر کر جائز رکھتے ہیں ان سے تو ہاں بحث نہیں کہ ان کا اور اہل حرام کا راستہ جدا جعل ہے، لیکن جو لوگ شرک و بدعت میں

میں کہاں تک سر بر اجا سے، لیکن الگ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ اولیاء اللہ بھی دوسرے استیوں کی طرح فنا سے دوچار ہوئے چکے تب حضرت ابوالیوب ہی کے جواب سے ناہیں کہ ان کی قبر میں ایسٹ اور تھہرا اور مٹی کے ڈھیر سے زیادہ بھی نہیں اور ان سے پہنچایا بوس و کنار کرنا دا اقتضہ نامعقول حرثت ہے۔

اب اندازہ فرمائیجے کہ جب جمہور فقہاء قبر رسول مطہر کے ان معاشر کا جواز نہیں ملتے تو تابدیگران چڑھدے۔ اہم سبکی اور شاہ عبدالعزیز جسے حضرات اول توانی علماء میں پیش ہوئے کشفہ بر بارہاں کا تصوف غالب آگیا ہے دوسرے ان کی مجتہد آنہ حیثیت ایسی نہیں ہے کہ چاروں ہاموں میں سے کسی بھی امام کا پیر و تھنا ان کی رائے کو کافی سمجھے جب کہ ان سے بڑے بڑے فقہاء کثیر عداد میں اس کے خلاف رائے رہے ہوں۔ شیخوں سے ان حضرات کا فحصلہ پرست قبر کی ٹھووس آئینی حیثیت کے پڑے ہیں ہے۔ یعنی ان کے نزدیک پرست قبر میں فیوضہ کوئی فقہی حرمت نہیں۔ یہ نہیں کہہ رہے ہے کہ پرست قبر کی وہ تمام صورتیں بھی جائز ہیں جن سے حضرات مقاصد اور فتنہ و شر کا دردناک چوڑی ہلتا ہو۔ وہ صرف اتنا کہہ رہے ہیں کہ پرست قبر جائز ہے اور بس۔ تو جس طرح جو یہی کے پوتے کا جواز بیان کرنے والے مفتی کام طلب یہ نہیں ہوا کرتا کہ موقع قتل دیکھنے بغیر بر جلد ہر وقت ہر حال میں زن و شوہر کا بوس و کنار جائز ہے۔ اسی طرح ان حضرات کا مطلب بھی یہ نہیں ہے کہ پرست قبر کی وہ تمام شکلیں بھی جائز ہیں جن سے گمراہی خیل اور فاسد عقائد کا فتنہ پیدا ہوتا ہے۔

آپ غور فرمائیں گے تو واضح ہو گا کہ پرست قبر کے جواز و حرمت کا فحصلہ کرنے کے لئے بعض روايات ڈھونڈنا اور عقل و دوامیت کو بالائے طاق رکھ دینا داشتمانہ طریق نہیں ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ بے پردگی کے جواز

سوال ۱۱۔ از سی عزیز اللہ شریف۔ چام راج نگر۔

(۱) جماعت تبلیغی اور جماعت اسلامی۔

(۲) باندی سے متعلق بلانکاچ (۳) دار حکی اور مفت

(۴) حضرت مولانا محمد ایاس حبیب کی تحریک تبلیغی جماعت۔

اور جماعت اسلامی کے مقاصد اور انصباب العین میں کیا فرق ہے؟ حب دلوں کے مقاصد ایسا کبھی ہیں تو ایک ہی مقاصد کے لئے ملیخودہ ملیخودہ دو جاخوں کی ضرورت کیوں ہے؟ درمذدوزوں کے مقاصد پر جدا گانہ روشنی ڈالنے۔

(۵) کیا بغیر نکاح باندی سے متعلق شرعاً جائز ہے؟ باندی سے بغیر نکاح استفادہ شرعاً حرام ہے تو اسلامی مالک خصوصی عرفی مالک کے امراء کے متعلق یہ جوابات ٹھوپ ہے کہ فلاں امیر کی اتنی بیویاں ہیں اور فلاں امیر کے حرم سراء میں اتنی باندیں بغیر ازدواج کے ہیں تو آیا بغیر نکاح کے باندی سے ازدواجی تعلقات قائم رکھنا جائز ہے؟ درمذداں مالک کے علماء دین کبوں ان امراء کی گفتگوں کرتے یا ان کے اس اقدام پر شرعی فتدخن ہمیں لگاتے؟

(۶) کیا المامت وخطابت کے لئے دار حکی ضروری ہے؟

یہ الگ بات ہے کہ دار حکی رکھنا سنت رسول اللہ ہے، اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کی مصلی باعث خیر اور اسوہ رسول کی تعمیل ہے۔ لیکن امام کے لئے دار حکی رکھنا کیا ضروری امر ہے؟ مناجاتا ہے کہ عربی مالک میں جیسا کہ حضرت مولانا ہے، ابوالعلی معاویہ ہودودی نے اپنے حالیہ عربی مالک کے درست کے تاثرات میں یہ بات بھی بیان فرمائی ہے کہ دار حکی کے متعلق ہندوستان یا گھر میں صفات شدید بر تاجا ہے ان مالک میں دار حکی کے متعلق انسانی نظر نہیں آتا۔ مثلاً اخبوں نے دشمن کی جامع مسجد کا ایک داقعہ بیان کیا ہے کہ عوام اور علماء تو در کنارہ یہاں ائمہ مساجد بھی دار حکی سے بالکل بے نیاز نظر آتے ہیں۔

جب وہاں بغیر دار حکی کے امامت درست ہو سکتی ہے تو یہاں کیوں دار حکی کے بغیر امامت حاصل ہو جاتی ہے؟ اسی

اس حد تک پہنچتی نہیں ہوتے اور عوام اپنی عالمی بحثت ہیں وہ ہی الگ پرست قبر کو بطور شغل اختیار کریں گے تو عوام ہیں یہ تاثرات پھیلنے میں زیادہ دیر نہیں لگتے اگر کہ ہمارے دینی رہنماؤں نے سجدہ قبر کو بھی جائز کر دیا ہے۔

علاوه از اس عالم طور پر یہ کام دھوکا ہو یا نہ ہو لیکن تشبہ میں تو کوئی تسلیک ہی نہیں ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ کسی غیر مسلم قوم سے تشبہ کو بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے۔ جب بوسہ قبر میں سجدہ بغیر اللہ جسمی ناپاک ترین جیز سے تشبہ ہو تو اس کے پاس کوئی خدا سے ڈالنے والا کسی سلسلہ سکتا ہے۔ الایہ کہ اس کی عقل نے معاملہ کی نزاکت سمجھتی ہے دھوکا لکھا ہا ہو۔ جس دین میں توحید کی حفاظت اور اس کے خلاف شکوک و شبہات کی روک تھام کا ہمان تکلیف ہوا کیا گی ہو کہ مزار فخر و عصر کے بعد فوائل تک کوئی منع کر دیا جائی کہی ماغت اس وقت بھی باقی رحمی گئی جب ہم ہر کے کوئے میں ہوں اور اس کا امکان ہی نہ ہو کہ کوئی دیکھنے والا ہماری سوچ پر سمجھی کی فلسفہ ہی میں بدلنا ہو جائے گا۔ اس دین میں یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ لوگ قبروں کو بوسد کر سجدہ بغیر اللہ کی فلسفہ ہمی کو فروغ دیں۔

اور ہم کہتے ہیں کہ سچے کے تشبہ کو نظر انداز کر دیا جائے تب بھی بوسہ قبر اخراج سے متجاوز عقدت کے علاوہ کوئی حد بند نیک کا تیند ارہے۔ اگر کسی طبع زاد منطق کے ذریعہ تصور فیں نے اس میں کسی طرح کاروباری فائدہ بھی تصور کیا ہے تب بھی اسی مصروفی تو کھلی ہوئی ہیں۔ کوئی عقل ہے جو قابل اور موہوم حق کی خاطر کشیر اور واضح نعمات و ایسے افعال کو اختیار کر سکی تو غب نے سکتی ہے۔

”خلافہ کلام یہ کہ الگ باب یا کسی بزرگ کی قبر کو ہم بھی اتفاق سے فرط جذبات میں پس دے اٹھتے ہیں تو اس فعل کے جائز ناجائز ہونے میں دورائے کی گنجائش ہے، لیکن اگر بوسہ قبر کو ایک شغل طریقت بنائے شور و ارادے کے ساتھ اختیار کرنے ہیں تو یہ ظلمی طور پر ایک شیطانی فعل ہے جس کے جواز کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“

باجھ تھیں۔ نہیں۔ باندھوں سے تنقیح کے جواز کا اساسی قانون اور چیز ہے اور اسے بہاؤ مبتکر نصانیت کی اہم اختیار کرنا بالکل اور حرج۔

عرب میں یا کتنی بھی ملک میں اس نوع کی یا کسی اور نوع کی جتنی بھی بداعماںیں پہلے پائی جاتی رہی ہیں ماں اپنی جاری ہیں ان پر کچھ نئے کچھ علمائے دین ہمیشہ تکیر کرتے چلے آئے ہیں اور آج بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ اپ کو غلط اطلاع ملی ہے کہ گرفت کرنے والے علماء ناپید ہی ہو سکتے ہیں ان کی تعداد خاصی کم ہو گئی ہے اور جو نک ان کے باقاعدہ میں طاقت نہیں اس لئے ان کی گرفت کے عملی نتائج بہت مم سامنے آتے ہیں۔

(۳) اس سوال کے تیور دینی شعائر اور سنت بروجی کے باشے میں آپ کے طرز فکر کا پچھا چھانبوڑہ پیش ہیں کرتے۔ جب آپ خود ہمیں سلیمان کر رہے ہیں کہ داڑھی رکھنا سخت ہے تو ہمارا ایک قدم آگے بڑھ کر یہ تحقیق بھی آپ کو کوئی چاہئے تھی کہ یہ کس درجے اور کس نوع کی سنت ہے سمن کی فرمت بہت لمبی ہے۔ کسی باخبر سے پوچھنے نہیں کوئی زیادہ۔ کسی کادر جو واجب کا ہے کسی کا لزوم اس قدر ہے کہ اس کے تارک کو حضور اپنی جماعت کے خارج قرار دیتے ہیں۔

آپ نیک نیتی کے ساتھ تحقیق فرماتے تو واضح ہوتا کہ داڑھی رکھنا معمولی درجے کی سنت نہیں ہے بلکہ اسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح لازم کیا ہے جس طرح کوئی حکومت اپنے بعض ملازمین پر پونیفارم کو لازم کر قریب ہے۔ آپ دیکھتے ہیں ہر صوبے میں ولیس کے پسا ہی ایک شخصی و زندگی کے پابند ہیں۔ ان کیلئے لازمی ہے کہ جب ڈیلوٹی پر ہوں تو یہ وردی ضرور پہنچیں۔ تھیک اسی طرح داڑھی سلانوں کا انشان اہمیت ہے۔ فرق یہ ہے کہ صوبے کسی ملک میں متعدد ہوتے ہیں اور ہر صوبے کی خود اختار انتظامیہ اپنی صوابیدی کے مطابق کوئی سی بھی

کوئی شک نہیں کہ اسلام میں داڑھی ہے گریکیا داڑھی میں اسلام ہے؟ جس کو لوگ اسلام کا اہمیتی نشان قرار دیتے ہیں؟

الجواب ۲۵۶۔

(۱) مجھ سے دریافت کرنے سے قبل آپ کو بطور خود دونوں جماعتوں کے مقاصد، نصب العین اور دینی تفصیلات کے باشے میں تحقیق کرنا چاہئے تھی۔ اس تحقیق کے بعد اگر کوئی تھناہ باتی روہ جاتا تو سوال کرنا مزودی ہوتا۔ میسا خیال ہے، پسے تحقیق کی زحمت نہیں فرمائی ورنہ یہ کوئی ہمرا راز نہ تھا کہ دونوں جماعتوں کے نصب العین میں میں فرق ہے۔ نیز جو ثقافت و نتائج کی تحسیل اور تناسیں دونوں میساں ہیں ان کے باشے میں بھی طریقی کار اور پر و گرام میساں ہیں۔

یہ اجمالی وضاحت اگر آپ کو کافی نہ ہو تو پھر دونوں جماعتوں میں سے کسی ایک سے یادوں کے متوازن اور اس استغفار فرمائیے۔ عاجز تو نہ ایک کامبری ہے نہ دوسروں کا۔

(۲) آپ کا سوال بتارہ ہے کہ مسلم دین کی باقاعدہ تحسیل تو کجا آتے ہے کبھی قرآن کو بھی ترجمہ و تفسیر کے صاحب پورا پڑھنے کی زحمت گوارا ہمیں فرمائی ورنہ قرآن میں تو آنندی کے ساتھ بغیر نکاح کے تنقیح کا جواز ایک دو حکم ہیں۔ کبھی مقامات پر اتنی صراحت وضاحت کے ساتھ آتی ہے کہ اس میں کسی شک کی آنکھیں ہی نہیں رہتی جس کے نتیجے میں جواز اور عدم جواز کی بحث کھڑی ہو۔ ذریعہ اس کے آج تک کی مستند حالم فقیہ (۱) اور سچ نے بنادی سے بلا کاچ تنقیح میں شک نہیں کیا۔ البته اسے تحدید دین ضرور پیدا ہوتے رہے ہیں تھیں مغربی پر و پیغمبر کی مروعہ پت اور شرم نے اس ناروا جہارت پر آمادہ کیا کہ حکم آیات کی اوندھی سیدھی تاویلیں کریں اور اللہ تعالیٰ کی دری ہوئی ہدایا کو اپنی عقل و فهم کی خراد پر جو طھار کچھ سے کچھ نہیں۔

لیکن اس بنادی تو تنقیح سے یہ طلب ہرگز نہ نکالئے کہ ترین اولیٰ کے بعد سے آج تک جہاں کہیں بھی کسی مسلمان بادشاہ یا صدر ایسا رہیں زادے نے اللہ کے عطا فرمودہ اس جواز کی آڑ میں عیاشیاں کی اہمیت وہ بھی اسلامی رو سے

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد العالمين

علم احمد پر پورے رہنماء حبادا

الرچہ بیرہ ہے آدم جو انہیں لات منات

بدل کے بھیں زمانے میں پھر سے آتے ہیں

کاؤئی صرف نہیں۔ وہ بیشل ہیں عظیم ہیں۔ آنے والے اسلام کے آزاد عوام اپنی حشرت کے سلامی دیتے رہیں گے۔ ان کے طرز است. الائی کی فولادی صلاحیت کا پر عالم ہے کہ ان کے معنوی شاگرد بھی اگر مند سے دو بول تکالدیں تو وجودہ صدیوں کے نام مقلدین اسلام، تمام اگر، وقہار تمام مجتہدین دشاخ کا سرمایہ غلر و نظر اس طرح بھاٹے اور جاتا ہے جیسے ماچس دکھان سے پیڑوں یا جیسے کہ حصے کے سر سے سیدن۔ نوئے بے شمار ہیں۔ آج کی محنت میں آپ کی خیانت طبع کئے ہیں بلکہ آپ کی اصلاح وہاں تک لیتے عاجز ایک سکونی سامنے بیٹھ کرتا ہے۔

خدا کے پاس تانی پریم کو روٹ کے چچ جاہیں تو شیخ بخاری الحسن صاحب بھی محترم پروردیز کے شاگردوں ہیں ہیں۔ یہ تو خبر نہیں کہ یہ شاگردی محض روحاںی ہے یا باضابطہ بھی ہے۔ طرز قدر آپ کا بھی بہر حال وہی ہے جو مفکر غلام پروردیز صاحب کا ہے۔ یعنی اسلام نام ہے صرف قرآن کا حدیث و حدیث، اجماع امت، اسوہ رسول، تعالیٰ ہوا وغیرہ ملاذوں کی بکواسی ہے۔ اس کا دین کوئی تعقیب نہیں۔ اب سنستہ۔ ابھی ایک وفد آپ کی خدمت میں انترو لوکے لئے پہنچا ہوا۔ اس کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے آپ نے گفتگی کے چوتھے فرمائے ہیں مگر ماحدیتی کے ہر فقرہ دلیل و مبنی کی جو ہری تو انہی کے اعتبار سے تقدیر طاقت درستے۔

آپ بیسب کو روزی اور خشک مراجی اپنی کو وحدتی علم احمد پروردیز کو کچھ بھی کہیں فرودی تو دنکے اپنی حوث اپنی ایک عظیم موجہ ایک بے مثل فنکار اور ایک لا جواب بھی دہنده ہے نے باز نہیں رہ سکتا۔ آپ بتلیے اسلام کی چوہدہ صدیوں میں ایسا ایکمال اور عبقری فن کا رکون گزرا ہے جس نے اپنے قوم و ذمہ کار اپنی ہمارت فن اور اپنے لائیں تکر کے ذریعہ "اسلام" کے مفہوم و مصداق میں اتنی بے کار

و سعدت پیدا کر دی ہو کہ آپ جب چاہئے کسی بھی محصصت کی بھی کافر اور عقیدہ و عمل کسی بھی دجل و زندگی کر بے تکلفت صین اسلام ثابت کر سکیں اور جب چاہئے کسی بھی عہد و مأموریت کسی بھی حکم شرعاً مکمل اور بھی پیغمبر از ہدایت کو چیلکی سمجھ لے اس کے دائرۃ النطاق سے کان پکڑ کر خارج کر دیں۔

ایک سانس دان کوئی نہ سکھن اور تارکوں سے علمنکاری کا تھے تو آپ داد تحسین کے ڈو گٹرے بر سادیتے ہیں لیکن عالی مقام پروردیز صاحب کی یہ جدت طرازی تو اس سے کہیں زندگی کے دخل و مکال کی آئینہ دار ہے کا ہکھوں نے اسلام سے کفر، قرآن سے زندقا اور سورج کی روشنی سے سیاہ رُشنا نیکال کر کھلائی ہے اور اسلامی اخلاقی و احکام کی اُن تمام آسمی بیڑیوں کو چشم زدن میں ہوم کر کے دھکل دیا ہے جو آغا زہر اسلام سے آج تک بندگان اسلام کی جان کا دال بنی ہوئی تھیں اور نفس پر ان کی بندش نہایت ہی شاق تھی۔ حق یہ ہے کہ ایکا دو اکشاف کی دنیا میں پروردیز صاحب

بھی ما دریج، رد ادار کامل و اکمل مذہب ایسی شکستی کا شہوت نہیں دے سکتا۔ وہ تہذیب و تمدن کا رفیق اور زمانے کے لفاظوں کا بھرپور ساتھ دینے والا ہے۔ پھر اب تو محض تہذیب اور ترقاضائے وقت کا بھی سوال نہیں، صفر و عورت و احتیاج کا سوال درپیش ہے۔ گونا گون صفر و عورتوں اور مشقوں میں چھٹا ہوا انسان اگر تمام دن کی عرق ریزی کے بعد کسی طلب میں وصلکی یا شپشیں کے چند گھونٹوں سے حلق ترکر لیتا ہے اور پھر کسی حیثیت کو ہم رقص بنایا تھوڑا اسادقت ذوق اطمینان کی پیاس بچھائیں ہے فرط اتنا ہے تو بتاؤ قرآن کی کوئی آیت میں اس سادھہ اور فطری طرز کا کوئی منوع قرار دیا گیا ہے۔ وہ جیسا کہ اسلام کے ہم تمہارے سامنے آسانیوں کا ارادہ کرتے ہیں دشوار لوں کا نہیں، لگرنویں ملائشوں چائیں کہ نہ سینہا و یکھو، و دھنیلی پیو، زمیوی کے سو اسی عورت سے کسب فیض کرو۔ ان احتمقوں کو کون بتائے کہ انسان کی جنگلی خواہیں اگر آزادی کے ساتھ پوری نہ ہوں تو اعصابی مسلکش اس کی توانائیوں کو برپا کر کے رکھدیتی ہے وہ اپنی خدا داد صلاحیتوں پر اپنا نامہ نہیں اٹھا سکت اور صدر حرمی کا گھن اس کی ساری انحرافی چاٹ جاتا ہے۔ یعنی وجہ ہے کہ جن ممالک میں جنی خواہیں کی سیریابی پر کوئی روک لوک نہیں مدھی سامنے میں جب سے آگئے ہیں اور قوت و شوکت بھی انہی کے باوجودی ہے۔ لے کو خواہ امریک! اے خدا فرانس! عبرت کی توفیق ہو تو الگینٹ! اور روس وغیرہ کو دیکھو۔ کہاں سے کہاں سمجھے۔ حد ہے ملا کے دین میں ایتم، کام بخ، چرس، بھنگ اور کوئی سب حرام۔ گویا قرآن سے کوئی مطلب نہیں قرآن کے ذمہ یہ ملا صفر و حرمت کے نیصے دیتے رہے مجھ نہیں اتنا نہیں سمجھتے کہ اسلام ایک بلند و بربرا مناقی مذہب ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ اق را کھا جائیں اور نہایت بھروس اصولوں کا امین۔ اسے انسان کے ان چھوٹے چھوٹے بھی معاملات سے کیا دچھپی ہو سکتی ہے کہ کوئی کوئی کھلتائے موجود ہے۔

آپ سے فرمایا:-
”میں ان لوگوں سے اختلاف رکھتا ہوں جو عورت کو گھروں میں بھروس رکھنا پاہتے ہیں۔ ایسا کرنے کے لئے آخوان کے پاس قرآن کی کوئی آیات موجود ہیں۔“

دیکھئے تو ایک حصوم سے فقرے کے ذریعہ کسی بھت جرأت کے ساتھ انہوں نے امت کے تمام سالم و لامن امسکہ و فقیر احمدیوں و مشائخ اور علماء و فضلاء کو جلیخ کر دیا ہے۔ الفاظ کی بات ہے کہ جس پر دہ داری اور غائزہ شیئی کو وہ عورت کے جس بجا سے غیر کر رہے ہیں اسکے قائل مشروع سے اب تائیتے تمام ہی اکابر دانی خلص رہے ہیں۔ حکوموں کی تبریز اور پوچھوں است کر لے سے خبر و اتمم نہ کیوں قرآن بھول کر نہیں دیکھا اور کسی شخصی عورتوں کو پر دے میں بھانے کے ظلم ناروں کی قریب دیا۔

اس کے بعد یہ دیکھئے کہ استدلال کا یہ اسلوب کس آسانی کے ساتھ ہم سب کو اسلامی اقدار و لامہوں کے آس پار گرائے سے بکار دش کر دیتا ہے جس کے پیچے ہماری آزادی میں، نوجوان خواہیں اور تی بسر خوشی بکے جنہیں تقریباً چودھوڑے صدیوں سے چلے جا رہے ہیں۔ غصب خدا کا بر ظالم ہولی ملا اتنے ہی سب سی نہیں کرتے کہ عورتوں کو پر دے میں بھائیں، بیکری تو بھائیں کہتے ہیں کہ بیوی کے سو اسی عورت کا بیوی سب بھی مست بو۔ استقلال ت بھی نہ لگائے۔ اس کے ساتھ بال ردم میں رفع بھی نہ کرو۔ سینا سی نہیں کے۔ ان سے یوچنا تو نہیں۔ ان میں کون سی آیات ہیں جن میں زندہ دلی اور سخوشی کے ان روح پر وہ مظاہر کو مشور قرار دیا گیا ہو۔ اسلام نکل آفی مذہب ہے۔ وہ ہر زمانے کے ترقی یا نعم تھا صوں کا پرہاپور راستہ دیتا ہے۔ آج ہر ترقی یا افتخار ملک میں احتمال امداد و زدن کو جن حسین تہذیبی سماں پھوٹیں ڈھالیں یا لیں۔ اسے ان پرناک بھیوں چڑھانا شد را وہ ناقص نہ اہبہ کر زیب دے تو دے مکا اسلام

الفاظ سے بلانی و عین مستبط ہوتا ہے۔ آپ چاہئے لئے پوری کائنات پر بھلا سکتے ہیں۔

آگئے سن۔ فرمایا۔

”قرآن میں برحقی تھا جو کجا نہیں۔ حماری دبیا تی عورتیں اس برحق کو استعمال نہیں کر سکتیں۔“ آپ چکر میں ٹریں گے کہ دونوں فقوہ میں کیا ربط ہے اور دبیا تی عورتوں کی یاد جس سے حباب کو اچانک کیوں آگئی جب کہ سارا مسئلہ صرف ان مددب شہری عورتوں کی ہے جنہیں اگر دبیا تی کہدیجئے تو کو سنوں اور پتکوں کی بارش ہو جائے گی۔

جو اب اعرض ہے لبعض اونچی اتنیں عوام کی سمجھ میں ہیں آئیں۔ اگر نیکم کو رشتہ کے جو ہنڑت عوام کی سمجھ میں آئے لئے تو ہر شخص ہی نجی نہ بن سکتے۔

مزید فرمایا۔

”عورت کو بھی زندگی کی تمام نعمتوں سے نناکہ اُھٹانے کا اتنا ہی حق ہے جتنا کروڑوں کو۔“

جزاک اللہ۔ عدل و مسادات کی ترپ اسی کو کہتے اب یہ تو بالکل طبع ہے کہ استاد محترم جاپ پروفسر صاحب کے فرقہ فکر کے طالبِ ”نعمتوں“ کا اطلاق ان آسانشوں اور آسودگیوں پر ہوتا ہے جو انسان کو اس کی فطری خواہشات اور جعلی داعیات کے بے اسانی پورا ہو جانے سے حاصل ہوتی ہیں۔ جنت اور درجخ کا بعد اعلیٰ یعنی خیل تو ماڈیں کا اختراع کر دے ہے۔ یہ دونوں نامہ قرآن نے دنماۓ رنگ بیکی مادی حقیقتوں ہی کے لئے بطور سبل انتظامی کیتے ہیں۔ لہذا کوئی وجہ نہیں کہ تہذیب و تفاقت مختلف اشخاص پر ملٹے والی حسیناًوں کو ان حوروں کا مہم واقع نہ کچھا جائے جن کافر متعدد آیات میں قرآن نے کیا ہے ان حسیناًوں سے دل بہلانا ممکن کا حق ہے جیسا کہ قرآن بار بار کہہ رہا ہے۔ نعمتیں اللہ نے ہمائے ہی۔

پیدا کی ہیں۔ اگر ہم ان سے استفادہ نہ کریں گے تو کیا فرشتہ استفادہ کرنے آئیں گے۔

یا نیم چڑھا تھا۔ کلب میں وقت گزاری کرتا ہے یا طکیوں سے دل بہلانے ہے۔

فرعونیت کی اتمہاد بیکھے۔ قرآن میں پائیج و قتوں کی نماز کا کہیں حکم نہیں مگر ملڑ و خطبہ کے چلا جاتا ہے کہ در صرف پائیج وقت نماز پڑھو، بلکہ سجدوں میں جا کر حجت سے پڑھو۔ مزید برآں محض فالض ہی مت پڑھو، بلکہ آگئے سمجھے اس نے نعمتوں کی بھی نجع لگا رکھی ہے۔ قیامت پر قیامت یہ کہ نماز کی ایک الہی مکمل وہیت بھی لازم قرار دے دی جس کی تصویر کشی قرآن نے کہیں بھی پہنچ کی۔ اول قرباً خبر تصریفات سے یہ پوشیدہ نہیں کہ نماز کا نقطہ ایمانیوں اور حجوسیوں سے لیا ہوا ہے۔ قرآن کی الصیلوۃ کو مشرکین و کفار کی نماز سے کیا تعلق۔ الصیلوۃ کہتے ہیں نظامِ ربوبیت میں اگر قرآن کی منصوبہ بت د جلد چہ کو۔ ملاؤں نے اسے احمدک بیٹھا کی ایک مفہومی خیز شکل میں تبدیل کر دیا۔ دوسرے ان لوگوں کو یہ نیز نہیں کہا ہے۔ ائمہ جن لوگوں نے ”الصیلوۃ“ کو مرد و جن ائمہ کو تحریک کا مصداق قرار دیا تھا۔ ان کا مقصد یہ کہ سوچ کر تھا کہ تحریک عالم اور فتوحاتِ یہم کی جلد و جہاد کے لئے امداد مدد کے وصایاء اور ازادگرت کے عادی رہبر تاک ان کی صحت مفہوم ہو۔ جفا کو شی کی مشق یہم پیچے ہا صدر درست سے اور میراں جنگ میں وہ خوب خوب توارہ لہا سکیں۔ اب زمانہ بدیں چکا ہے۔ جہاد کے لئے تواریخ میں کی ضرورت نہیں رہی۔ نیز ترقی فتح علم الایران نے جسمانی صحوت کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ کھشیں دریافت کی ہیں جو کلم خرچ بالانشیں ہیں۔ اعضاء کی جما اصلاح پائیج وقت کی سرست سے ہو سکتی ہیں وہ اب چلکی بجلتے ہو جاتی ہے غسل آفت ابی کی نے مثال درست کے بعد تو کسی کسرت کی بھی ضرورت باقی نہیں رہ گئی۔

دیکھا آئیے۔ بیت وہ فولادی طرز استلال جو پرہیز سا ساحب کے ایک شاگرد کے چڑھتے معمولی

ذہن کی لگنگی ہے کہ عیاشی و فحاشی کو بھی نعمتوں میں شمار کراہ ہے ہو۔

ما جزو حاصل ہے کا کہ اگر آپ کے سرمارک پر میں اب چلت جھاؤ تا زہوں اہم زبان سے نہ کہوں کہ چلت جھاؤ رہا ہوں تو کیا آپ سعادت مندی کے ساتھ چلت ہکھاتے رہیں گے؟ اگر نہیں ہکھاتے رہیں مگے تو آخر اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ جس مصاحبے لفظی تصریح نہیں کی۔ وہ جب کہتے ہیں کہ حورتوں کو بھی زندگی کی نعمتوں سے فائزہ اٹھانے کا اتنا ہی حق ہے جتنا مردوں کو تو اس کے سوا کیا مطلب ہوتا ہے کہ ملائے مردوں کے اختلاط اور آزاد جسمانی تلذذ کی راہ روکنے کے لئے ج پابن یاں عائی کی میں وہی ان کی نظر میں زندگی کی نعمتوں سے خود مکر دینے کے مراد ہیں۔ تو بتائیج و خصیق کی فعل کے مقدمات و مباریات ہی کو نعمت سے تعمیر کرتا ہو وہ خدا من فعل کو کیوں نہ بدرجہ اولیٰ نعمت سمجھے گا۔

اگر کوئی سمجھے کہ قرآن میں زنا کی مخالفت آئی ہے لہذا جس صاحب کی طرف سے "زنا" نعمتوں میں شامل نہیں کیا جاسکتا تو میں فرض استاد عرض کروں گا کہ قرآن نے جس فعل کو "زنا" کہایے اسے مولوی خاونے نے سمجھا ہی نہیں۔ عرب میں طوائفوں کا رواج تھا جو پنے طروں پر نشاندہ کے طور پر جھنڈے لے کر یا کرتی ہیں۔ قرآن نے اسے پست نہیں کیا کہ مومنین ان گھنٹیاں درجے کی پشیدروں سے استفادہ کریں۔ لہذا ان سے جنسی تعلق قائم کرنے کو زنا کا نام دی کر سزا مقرر کی۔ خود ہم بھی آج اسی کے موید ہیں کہ مملکت قرآن یہیں "طوائف کا لوٹھا" ہرگز نہیں ہو ناچیختے یہیں اس کو روز دنی اور ملائیت کا لیکا جو اور ہے کہ تشریف گھروں کی نہیں بلکہ خواتین اگر تہذیب و تہذیں کی روشن پار گاہوں ہمیں بل جائیں اور ہم تہذیب و تہارت کے تمام اوازمات کی رعایت رکھتے ہوئے سلسلے کے ساتھ اپنی فطری خواہشات پوری کیں تو اسے بھی تمنہ پھاڑ کر "زنا" کہدا جائے۔

چھر جس طرح مرد کے لئے عورت نعمت ہے اور اس کی جگلت جس نے مخالفت کی طلب کرتی ہے، اسی طرح عورت کے لئے مرد نعمت ہے اور اس کی جگلت بھی مرد نا لگتی ہے۔ یہ کیا ظلم ہے کہ مرد قرآنگی کی نعمتوں سے بہرہ در ہوں، مگر عورت میں غریب تر سا کریں۔ دوسرہ ظلم کرتا ہے ملا عورتوں کے کوھر کی چار دیواری میں بھوس کر کے۔ اول یہ کہ مردوں کے لئے حصول نعمت کی راہ میں رکا دشت پیدا کر لیتے ہوئے دوسرے پرکو عورتوں کو حصول نعمت کی سہولت اسراہم نہیں کرنا عورتوں نے آخر کا قصور کیا ہے کہ ان کے جنسی داعیے فطری جنسیے اور رومانٹک خالات صرف ایک مرد کی دُم سے بن دھے وہ جائیں جب کہ مرد کو ان گنت حوروں سے کہتے ہیں کہ نہ کرنے کی تلقین قرآن برابر کر رہا ہے۔

شیخ بو چھینجہ و قرآن نے اس عدل و مساوات کی نژادی صاف طور پر کی تھی۔ مگر طاؤں نے ازاہ ظلم لئے غدر بود کر دیا۔ مفتر آن میں حوروں کے ساتھ غلامان کا بھی ذکر موجود ہے۔ غلامان کا صرف آخمردوں کے لئے کیا پرسکتا ہے۔ غلامان کی طرف مردوں کی طلاقفت غلافت ہے اور میں فطرت بھی غیر فطری امور کی تعلیم نہیں نے سکتا لہذا اما بہت ہوا کہ حوروں کے ساتھ غلامان کا تذکرہ حورتوں ہی کے لئے کیا گیا ہے۔ عورتوں بھی ایساً حق رکھتی ہیں کہ فرست کے اوقات میں اسی طرح غلاموں سے استفادہ کر جس طرح مومنین حوروں سے استفادہ کرتے ہیں۔ آپ شاید کہیں کہ غلام کراچی یا بھٹی میں کہاں سے آئے۔ تو خوب سمجھیے کہ غلاموں کے سر پر سینگ نہیں ہوتے۔ کلینیشیو کر کے تھوڑی کوچم منحو پر میلے اور اعلیٰ درج کا سوٹ پہن کر آن عورتوں کے تھوڑی میں ہی سچ جائیے جسیں تین دلادیا گیا ہر کم بھی مرد کی طرح زندگی کی تمام نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کا مساوی حق رکھتی ہو وہ موافقہ ایک اپ کو غلام تسلیم کر سکی۔ شکریں تو فردہی کے گوئی مار دیجئے گا۔

کوئی لہیہ ملکا ہے کہ جانتے میں صاحب ہے تو "نعمتوں" کا مصداق وہ نہیں بتایا جو تم بتائیے ہو۔ یہ تمہارے لئے پی

دوسرے یہ بھی بھی سکھی دہ ہونے کے باعث اُس عدال کو نہیں بخواستا جسے قرآن نے ایک سے زائد شادیوں کے لئے شرط قرار دا ہے۔ تیسرا دہ حسینہ تو ایک اور صاحب کی بھی ہے۔ جو تھے وہ غیر شادی شدہ بھی ہوتا ہے اسی مکن ہے کہ جس طرح آج شخص مذکور کو اس سے عشق ہو گیا ہے اسی طرح کل کتاب کے بھی اور خوش قدم کو بھی افتادیں آجائے۔ تو ملا بتائے کہ دونوں کس طرح اس سے شادی کر سکیں گے۔ ہم جس صورت کو فطری اور آسان اور اسلامی اپرٹ میں مطابق بھیتے ہیں وہ بھی ہے کہ اس حسینہ کو۔ چل ہوئہ شادی شدہ ہو یا کتو اوری قرآن کے "حافظت فرج" والی ہدایت پر عمل کرنا چاہیے۔ یعنی دریادلی اور رواداری افتخار کر کے شخص مذکور کی آتش شوق کو ٹھنڈا کرے اور خود بھی ایک فطری لذت سے بہرہ ور ہو۔ وقتوں جنسی تعلقات اگر شاشتکی اور سلیقے کے ساتھ فائم کئے جائیں تو ان سے کوئی قباحت پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ اسلام کی اس اپرٹ کو فروغ گھل ہوتا ہے جو وہ خدمت خلق، رواداری، وسیع القلبی اور رحم و شفقت کے باعث میں رکھتا ہے۔

آگے فرماتے ہیں جانشیں ہما:-

"عبد الرحمٰن ہیں بھی خواتین مختلف سماجی اور جگہی مرگ ہوں ہیں حصہ لیتی رہی ہیں"۔

اب اگر ملاؤ لوی یہ دریافت کرنے لگیں کہ اس ملن کی ذرا اشراح بھی فرمادی جائے تو ظاہر ہے کہ ہر صفت پانے متن کی شرح لکھنے کا باب نہیں ہے۔ آپ کی جہالت دور کرنا جس سماح کے ذمے نہیں۔ توفیق ہو تو پوری زندگی دریختے جس میں آپ کو بوضاحت مل جائے گا کہ عہد رسالت میں بھی وہ سب پچھے ہوتا رہا ہے جسے آج ردن فکر حضرات ترویج دے رہے ہیں۔

اذ رسمایا:-

"عورت کو بہت زیادہ پر دوں جس رکھنے سے وہ بڑی

رہیں وہ آئیں جن میں بقول ملائِر دوzen کو اپنی شرکا ہوں کی حفاظت کا سبق دیا گا ہے تو ان کا معاملہ بھی مشاہدی کو اہ نہیں ہی سے خراب کیا ہے۔ مثلاً قرآن میں حفاظت فرج "کا ذکر آیا ہے۔ اب یہ ملائیں تسلی اور ان کی نہیں کے تحت شروع ہی سے اس کا غلط تحریر کرتا آیا ہے فرج کے معنی صرف شرم گاہ ہی کے نہیں آتے بلکہ کش دگی و دمعت کے بھی آتے ہیں۔ (المُنْزَلُ مُهِمُّ الْأَرْبَعَةُ حاموس وغیرہ) اسلام اپنے ماننے والوں کو اپنی کفر کی تنگی میں اور محمد و نجاحی کے مقابلہ میں منراخ دلی اور لاحدہ دل آفاقی بصیرت و لہبہارت کی تلقین کرنا ہے۔ آپ دیکھ لیجئے، روزمرہ کا محاورہ ہے کشادہ قلبی۔ وسیع النظری، رواداری وغیرہ۔ اسی محاورے کے تحت قرآن نے مونین اور مومنات کو حفاظت فرج کی تلقین کی۔ یعنی فراغ دل بنو، اور اس صفت محدودہ کی برابر حفاظت کرتے رہو۔ یہ فراغ دلی جہاں معاشری اور معاشرتی شعبوں میں طلب ہو گی وہی ثقافتی اور تمدنی دائروں میں بھی یقیناً مطلوب ہو گی۔ اب فرض کیجئے ایک شخص نہایت خوش زونق اور حسن پرست ہے۔ سو راتفاق سے لے سے بھی نہایت بدشکل اور اچھل لگتی ہے۔ اس سو رافق سے شیخ میں وہ ہم و قات احصابی، سوجان کا شکار ہے۔ دل دلاغ اضطراب کی آجائگا ہے نہ ہوتے ہیں۔ بیمارہ درد پیکم کا علاج کرنے کے لئے سنبھا، بال، روم اور بارغیرہ چاتا ہے۔ تھوڑی بہت وحشتی پی لیتا ہے۔ لکب ہیں کئی حسین عورتیں آتی ہیں جن میں سے ایک پر تو یہ سوجان سے فریقہ ہو گیا ہے۔ آپ بتائے اس اتفاق میں اس غریب کی کیا خطاب ہے جس پرستی تو جلتی ہے۔ خدا ہی نے اسے انسانی بہشت میں پیدا کیا ہے۔ اگر بھی افسطرو جذبے کی تسلیم نہیں کر سکتی تو قدرتی طور پر اسے کسی نہ کسی حسینہ کا علاج پر جانا چاہئے۔ ملائیں کہ عیش جائز نہیں کو شش کر کے شادی کر دے۔ ہم کہتے ہیں اول تو اس کے پاس اتنی آمدی نہیں کہ دوسری بھی کا خرچ برداشت کیسے

ہے جس کی انکھیں اس دعوے پر ایمان و مکہنے والے ہندو مسلمانوں کی معاشرتی حالت نیکھنے لئے پھر بیٹھ گئی ہوں۔

دریں کے تمام معاملات میں آپ کا طریقہ یہ ہے کہ جس انعام کے ازٹکاب کو آپ جرم و خطاطصور کرتے ہیں ان کے خلافات و مذاہبات سے پر طرح طح کی پابندیاں لگاتے ہیں، لیکن اخلاقی مقاصد ہی کے لئے آپ نے یہ نہ لگاتے ہیں افیار کیا ہے کہ جس منزل پر قدم رکھنا جسمی و ذہنیم ہے اس منزل کے لئے سڑکیں بناتے ہیں۔ لائیں بھیجاتے ہیں اور صفر کی زیادت سے زیادہ سہولتیں نہیں کر رہے ہیں جو اخلاقیں آپ فراہیں کر سر کے لئے جب عورت کی کشش کا یہ عالم ہے کہ بیویوں کے ہوتے ہوئے بھی وہ ان عورتوں کیلئے تڑپ تڑپ ہوتے ہیں جو اس سے چھا کر رکھی گئی ہیں اور یہ تڑپ بقول آپ کے اخنی شدید بھوٹی سے کہ لگر یوں ہو جیں اس کی نظر سے چھپی ہی رہیں تو عدم تو ازان اور شدید قسم کے چھاؤ کی وجہ سے اس کی مٹی پلید ہو جائے گی۔ تو لئے سراط زمانہ! کیا جادو! اور کوشاں آئیں! نظرت ہے کہ یہ طبِ جسمی ہیجان اسی وقت بھائے چھلے اور پڑھنے کئے اور سر و ہونے پر اسی ہو جائے گا جب انہی پر رہ نہیں عورتوں کو آپ سماں کا اسکی نکال ہوں ٹلوخ کر دیں گے۔

اگر انسانی جدت صرف یہی ہوتی کہ مرد و زن ایک دوسرے کو محض دیکھ لیتا چاہتے ہیں۔ اس سے آئے کوئی فائدہ کوئی طلب ان کے اندر پیدا نہیں ہوتی تب تربات ایک تھی، لیکن جب کہ جدت کی انگل اور منزل سبک سامنے ہے تو کس قدر احمقانہ اور ضحکہ خیز ہو گی میظمن کو ہوتا نہ کوئی دن میں رکھنے سے تمرد کے جسمی احساس کا داداً عدم تو ازان ایک شدید قسم کی چھاؤ فیصلے و اچب العلاح اراضی مدد اکرے لیکن جب یہی عورتیں مولائیں گاری کرنے سامنے آجائیں اور جسمی احساسات کا ایک ایک تاراً بھنوں کی راہ سے داخل ہوئے والی بر قی اہروں کے مھڑا بے جھنٹا اٹھے تو کہا جائے کہ میں ابھی جسمی احساس کا داداً عدم تو ازان ہو گیں اور اعصابی کشش سے نجات ملی۔ لیکن آپ کسی اپسے بھوکے کو

نقیم باریاں نہیں لیتی ہیں۔ رایک یہ کہ جسمی احساس کو زیادہ دباۓ سے عدم تو ازان اور شدید قسم کا چھاؤ پیدا ہوتا ہے۔ ردِ حکم یہ کہ جسم حیر کو آپ پر دوں میں رکھتے ہیں اس کے باقی میں جذبہ جسم اور زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ وہ معاشرہ جہاں عورتیں کھلے مخ بھری ہیں دا ان تائکنے جھائٹئے گھوٹئے اور آزادے کئے کے واقعات بہت ہی کم پیش آتے ہیں۔

رجا صمد مر جہا۔ پہی تو وہ بیاندی استدلال ہے جو آزاد جسمی تلقائی کے گوناگوں مراحل سے گذر کر مادرزاد ننگوں کے کلب تکجا پہنچا ہے۔

تلہ۔ یعنی عاجز نہیں بلکہ وہ ملابس اسلام کی غلط اغیریں کرنے میں چودہ سو سال سے مہماں ہے کہتے ہیں کہے جنابِ ربیٰ تو وہی پیز ہے جو آبھر تی ہے۔ حورت کو بہت یاد پر دوں میں رکھنے کی صورت میں افزاد معاشرہ کے جسمی احساس کو آبھر تی ہی کا موقع کب ملتا ہے جو آپ پر فراہیں کہ جسمی احساس کا زیادہ دبنا عدم تو ازان اور شدید قسم کے چھاؤ کا حق بنتے گا۔

تائیم اور آپ بصفہ یہیں کہ عورتوں کو پر دوں میں کھانا مزروں ہیں جسمی احساس کو ابھارے گا تو کیا اسکا داشتہ! ملابج بھی۔ ہے کہ عورتوں کو پر دوں سے باہر کھینچ لا جائے۔ محلی بات ہے کہ اگر کسی شخص کی پیاس اپنے ھر کے کنو سے سے نہیں بھتی بلکہ باہر کے کنو سے سے پانی پینچ کی خواہش برا بر آبھر تی رہتی ہے تو جب باہر کے کنو سے کامیابی حسین خفاف کلاسیں سمجھا کر آپ اس سے سامنے رکھدیں گے تو قدر تادہ اسے ہونٹوں سے لگائے جیج تی کا ثبوت دے گا مگر آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ جب یہ کلاس اس سے سامنے رہے گا تو پیسے کی خواہش ہی مردہ ہو جائے گی اور جس عدم تو ازان اور شدید قسم کے چھاؤ کا وہ اس پانی کی طلب و تمنا کے باعث شکار خواہد تو ازان اور سکون طبائیت میں تبدیل چاہیے گا پر دعویٰ کس قدر متعلق ہے اس کا لذاذہ ہر دوہرہ شخص اسکا

سر اس معمولیت پر ہیں جو اور زاد شنگے رہن ہیں کی تائید
یہی ہیں۔ اسی طرح جب سماں کمل نجح کرنی ہو سکتی ہے اور یہیں
منزل ہے جس کی طرف جب سماں صاحب کی دھراں ہوئی منتظر
کشان کشان لے جاتی ہے۔

یہ بالکل صحیح فرمایا گی کہ پرده معاشر ہمیرا تائنسے
جھانکنے کے واقعات بہت کم اشیاء تھے ہیں۔ یکوں آئینے۔
جس شخص کو یہ موقعہ ہو کہ محلی تحری سے مٹھی بھر دوڑ اٹھائے
وہ بالکل ہی تو ہو گا الگ دچار دردپوس کے لئے جب تراشی کی
زخم اٹھائے۔ تاک جھانک اور آواز کے کتنا لوپڑے
والے معاشرت میں اس لئے ہے کہ آپ نے ثابت اور غیری و دونوں
طرح پرلوگوں کی اخلاقی حس مار دی ہے اور عیاشی دلنشت کو شی
کے جذبات کو غذائی ہمچنانچاہی ہیں۔ جب اندازہ صیش
کو شی کا مرمر قریب نہیں بلکہ تو آداری آپ تاک جھانک۔
کی رواہ اختیار کرے گی۔ پہ پرده معاشروں میں عیاشی کے
موقع کم نہیں ہیں۔ سب سے یہ آزادی حاصل ہو کر کلب میں
جا کر ایک سے ایک حصیں و مرمعن لڑکی کے ساتھ داد دعیش
دے سکے اور جس کے چاروں طرف مٹھی خواہشات کی
آسودگی کے لئے چانس ہی چانس ہوں اسے کہا گری ہے کہ
تاک جھانک لگائے اور آوازے کے۔ آپ نے پرده
معاشرے کی یہ خوبی تو دیکھی کر دیا تاک جھانک نہیں ہے
مگر یہ ہمچنانظر انداز کرنا یا کہ محض دعفہ کا وہ اس کیا حال
ہے اور حسرامی پکوں کی مستندگتی کمن دہا یکوں کسی تھی
ہوئی ہے۔

نا انہماں ہیوگی اگر فرد وی ان الفاظ کو بھی منتقل کرے
جس میں صاحب نے اپنے پارا احمد الی کی سمعی فرمائی ہے۔ وہ
کہتے ہیں :-

میں مرد اور عورتوں کے سماجی ماحصلہ طبقہ بہت زیادہ پسند نہیں کرتا۔ تاہم اس معاملے میں میں انتظام و تحریک کا شرکار نہیں ہوں گا چلے گے۔ علی ہجاس اور ادنیٰ بھغایاں میں عورتوں میں بھی بادشاہ

دھکا ہے جو اسے جھوک کے تڑپ رہا ہو، لیکن جب ملزیہ
عذائیں خوشناخوان پر سچا کراس کے آنکھے رکھی جائیں تو وہ
پکار لئے رہیں اب سیرا پیٹ بھر گیا، میری جھوک تھم ہو گئی
فیکے ایک بھی نوالہ حکیمتی کی خواہش نہیں۔

دوسرے شی میں آپ نے کہا ہے کہ جس چیز کو پر دوں میں
رکھا گا اسے اس کے بارے میں جذبہ جس س اور زیادہ
جڑھ جاتا ہے۔ بالکل صاف یا لیکن یہ کہا اسے کہ لوٹوں
کو تو آپ تجویں اور بیکوں میں چھاکر رکھتے ہیں تاکہ درود
کی دستبرد سے حفاظت میں۔ خود عورت ہی کے معاملوں میں
مرد کے سینے میں اس کے لئے جذبہ جس کا پیدا ہونا الراہب
کے نزدیک اتنی ہی بُری بات ہے کہ اس کا ازالہ کرنے کیلئے
عورتوں کو بے پرداہ کر دینا۔ احمد علیخ ٹھیر ان حضرت اربعہ
کے صرف چھرے اور بازوں تک ہی بات کیوں نہ ہے۔
مقدم تر وہ اعضاہ میں جن سکھتے ہیں اس ساتھ یہ
سے زیادہ گریجوش ہیں۔ کیا آپ اس سے انکار کر سکتے ہیں
کہ دن ماں کو آپ اور رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مردوزن کے اندر
جن حصی کشش کو سمیا ہے وہ ہر چہرہ دیکھ لیتے تک ملے دد
نہیں ہے۔ بلکہ چہرہ دیکھنا، یقینی یقینی باقیں گزا اور احصاء
جسمانی کو چھپنا تو نہیں مطلوب کے صرف مراحل و مساوی
ہیں۔ جب بے بات ہے تو جس عقیقی کا ازالہ آپ رکھتے ہوں
کی بے پر دگی سے کر رہے ہیں وہ جس قواعدناستے جسی
کے باشے میں کہیں ٹھڑھ چڑھ گرتے۔ چاہئے کہ بے پر دگی
کا آغاز ہی اُن اعضاہ سے ہو جھیں آپ اپ تک اذن
برنگی نہیں دے سکتے ہیں۔ دیکھ لیجئے کہ مغربتے اس باب
میں کوتاہی نہیں کی۔ وہ منڈ کورہ منطق کے تقاضوں کو مجھنا
چا۔ اسی لئے اس نے حور تک لاس کو فیشن کے نام پر کے
کتر کرنے کی راہ اختیار کی اور جلوگز زیادتی تھے انہوں
جرأت کر کے منڈ مردوزن کے کلب قائم کئے۔ کیا شاہی
کا گر عورت کے باشے میں مرد کا جذبہ جس واجب الازالہ
بیماری ہے اور اس کا بہترن علاج ہی ہے کہ جس شے کے
باشے میں جس کے بر طال سامنے لا یا جائے تو وہی لوگ

اقوام کی دوسری ہنرمندوں سے تخفیض ہو رہے ہوں۔
ہم اس تہذیبی ترقیوں سے بھی تخفیض نہ ہوں۔

پھر پھلے ہم مان بھی لیں کہ سماجی آب و ہزاری وقت
ان ڈالنوں کے مناسب نہیں ہے، لیکن جس طرز نکر
جس آئینہ والوں اور جس زہدیت کو آپ کے وعظ آپ کا
قانون آپ کی علی سرگرمی سار ترویج دے رہی ہیں
اسے کیا دیر لکھی ہے اس آب و ہزار کو دلتے ہوئے۔
جلد ہی یہ آب و ہوا ساعد ہو جائے گی اور آپ کے نزدیک
بھی بال روم کے ڈالنوں میں کوئی قباحت نہیں رہ سکی۔
لیکن چھوڑ ریئے اس بحث کو۔ آپ تو اسی سانش

میں رقص و سرود کا جواز عطا کر کے خود ہی جھلکتا ہم خصوص
کر دیا ہے۔ اگر الفاظ کا ترجمہ کرنے کے لئے آپ پرتویز
صاحب کی لغات القرآن چھیبی کوئی اچھوٹی لغت استعمال
نہیں کرتے تو اس کے سوا ایک مفہوم ہو سکتا ہے آپ کے
ارخاد گرامی کا کروہ رقص آپ کے نزدیک بالکل بیضور
ہیں جن میں رقص اور رقصہ گھر ہی بحث کی وجہ سے
کریں، ایک دوسرا کا پرسلیں۔ بغلیہ ہوں اور اسے بھی
چوچا میں کر گذریں۔ بس بذریعہ ہے کہ ان کی حرکات و
سکنات غیر فطری نہ ہوں اور ان میں بے ساخت و سکونی

پائی جائے۔ آخر بحث، معاشرہ، جسمی ارتبااط اور صفائی
جذب و انجذاب تو یعنی فطری ہی جذب ہے ہیں۔ دیوانہ ہی
ہے جو اخیں حلافت فطرت کہے سکے۔ پھر کوئی قباحت
نظر آئی آپ کو بال روم کے ڈالنوں میں جو اخیں اپنی
تائید سے محروم فرمایا۔ یا حضرتا! بال روم کے ڈالنوں
کے لئے بھی دستران میں کوئی مانعت نہیں آئی سبھر
کیوں آپ ملاؤں کی طرح قرآن سے خارج دیل کئے
ذریعے اخیں لائیں خلافت دلکیر رہے ہیں۔ اپنا اتنا
ذوق ہے۔ آپ کو پڑاں پسند نہیں آپ نہ دیکھتے زیستی
جھیں ذوق پوچھا اخیں دیکھتے اور گیرتے دیجئے۔ مراجحت
و خلافت کا کیا واسطہ جبار قرآن نے وضاحت تھیں کی۔

(لقدیر صفحہ ۶)

اور یعنی اذاز میں شرکیک ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح
فن اور آرٹ کے سمجھیدہ مظاہر دین میں بھی حصہ
یا جامنکتا ہے۔ البته بال روم میں ڈالس کا میں
شدید خلافت ہوں۔ یہ ناج ہماری سماجی آب و ہزاری وقت
ہو اسے قطعاً کوئی مناسبت نہیں، لکھتا ہم
ایسا اقصیٰ و محدود ہیں میں فطری جذبات نہیات
بے راستی اور بے تکلفی کے ماتحت اُبھر کر دیوں
کے نئے روح و نظر کے نشاد کا سامان بن جائے
ہوں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

گلہا۔۔۔ وہی جلسائز رویدہ دین ملا۔۔۔ کہتا ہے کہ
یہ فرمادات کسی مجاہد خانے میں رکھنے کے لائق ہیں۔
لئے حضرت اقتدار و ممتاز اور سخنی گی کس چڑیا کا نام
ہے۔ جب صلواتِ وزکر کی جیسے الفاظ کے معانی چوڑھوں
صدمی کے نکار میں پرکروکھ دے سکتے ہیں تو یہ آپ کے
الفاظ کے قدام ہلیں گے۔ ثقافت و کلچر کے عنوان سے
خوبی تحفیں گرم ہے اس کے باوقار اور سخنی ہونے میں
شکر کرنا تو کفر کے مراد ہے تو بتائیں فن اور آرٹ
کے سخن و مظاہر جھیں آپ تواریخی ہیں کیا مغربی تہذیب
شائستگی کا ملمع کرنے کے بعد کوئی بھی عربی و فرانشی انکو
دانہ سے سے باہر رہ جاتی ہے۔

آگے آپ نے بال روم کے ڈالس کو ناپندر فرمایا ہے،
اور دیل پر دی ہے کہ ہماری سماجی آب و ہوا سے کوئی
مناسبت نہیں رکھتے۔ تو یا ان ڈالنوں کی قباحت بھی
کسی دینی اصول و عقیدے کے تحت نہیں بلکہ ایک
ایسی شخص کے تحت ہے جسے ہر شخص ہم دیکھ لیتے ہیں
قرار دے سکتا ہے۔ آپ آخر کیا کر لیں گے اس شخص کا
جو یوں کہے کہ بال روم کے ڈالس ہماری سماجی آب و
ہوا کے عین مناسبت ہیں، یکو نکارہ ہمارا الحک منعی و سانشی
انقلاب کی طرف پڑھ رہا ہے اور ہر قریٰ یافہ منعی و
سانشی ملک ہیں بال روم کے ڈالس تہذیب و تدبیں کا
جز نولازم ہیں۔ لہذا کوئی وجہ نہیں کہ جہاں تم ترقی یا یافہ

ستقل عنوان

از ملة ابن العرب مکی

مسکو مسحیان کاٹ

الا قسم ہیں آج ان سے پر وگرا ہٹے کئے لیتا ہوں پھر جیسے
وہ کہیں کی طاکات کر دوں گا۔
جسے لفاظوں سے بھی نہیں ہے۔ میں صرف یہ
دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس زیرینہ تھیں؟ بال کے کام اچاہتی
ہیں یا نہیں لگا کے...“

کافی روز قدح کے بعد اس مت ان ہیں یا اپنے کا
اچھا با الگ قم نازل ہو ہی گئے تو میں اپنی بناء پور گا۔ دو
کریبوں والی میزرس کے لئے پہلے ہی زور دیں۔ اس وقت
وہ اکیا بیٹھا جبڑے اور سعدی کی سرد جنگل در رہا تھا۔
جیکیل قابوں سے بھری ہوئی میز پر اس کے دلوں اپنے
اس تری سے جل رہے تھے جیسے آج حکاکر پھر نہیں کھلتے گا۔
بھی یقین تھا کہ میرالباس میری دنیا کو سی ہدایت ختم ہے
واڑھی حاضرین کے لئے مذاق کا موضوع ضرور بنتے گی لیکن
زندہ دل ہردا اور خوش اوقات خدا تین اپنی اپنی دیپکیوں
میں اس درجہ تک تھے کہ بہت زیادہ استہدا کی نوبت
نہیں آئی۔ صرف اخواہ اور بیت سی نظریں لکھا سا جبڑے
ہوئے اٹھیں اور خدہ استہدا کی پھواد پھوٹتے ہوئے پھر
لپڑھو بات کی طرف توجہ ہو گئیں۔

پہنچے ہاں کا جائزہ لئنے پر ایک شیر فالی نظریائی
گروہ آفاق کی میز سے ذرا دور ہی۔ اس کے اندھا آفاق کی
میز کے درمیان ایک اور میز حائل تھی جس پر دو پرسے سب سے
کی اڈرن لٹکا شریف فرقا تھیں۔ یہی میرے سب سے
توڑوں ترین ہو سکتی تھی۔ کیونکہ آفاق کی میز سے قریب
بھی نہیں اور ایک بوسٹ ستوں کی بھلی کی ادھ ہے اسے میں

گولڈن کارز برٹ اس ندار پہنچا۔ ہمارا عموماً ذہی
لیکے آنکے تھے جن کی دولت میرے بالوں کی طرح ہے مذہب
آجی تو۔ اس وقت اس سکے آنکہ ہاں میں کافی بھیرتی
خشوبی کے طائق ہے آفاق کی میز کے قریب بیٹھنا تھا اکثر
اس کی اور اس زرینہ اگم کی لفتگوشی سکوں۔ یہ ضمیمہ آفاق
کے علم میں ہوئی تھا۔ وہ تو اس پر بھی تیار نہیں تھا لیکن میں
اس پاں بھی کہنے پڑے تو۔ با توں با توں تیرج اس نے
صرف اتنا بتا یا خدا آج گولڈن کارز میں زرینہ سے طاقت
کا پر مگر اس طے ہے۔ میں نے چھپا رکھا۔

”میں بھی تھا لیکن ساٹھ چلوں؟“

اس نے اپنی سداخ نا آنکھیں جلدی جلدی پھر
پھرائی تھیں۔ غالباً اس کا ہمگامی حالات میں سوچنے کا کام
بھی ہوتا ہے مکوڑی کے آنکھیں ہی سچے یعنی اپنے نہیں
برقم تھیں بلکہ اڑکے۔ الا قسم وہ بڑی تا جکہ مزاج ہیں۔“

”میں بھی تو ناڑک مزاج ہوں۔ مید کرد پار سال کالی
تھے، دیکھ کر میرا اور فیل ہوتے ہوئے بیجا خفا۔“

”جاو جاؤ...۔ بڑے اکے ناچک مجاچ اے وہ جھٹا
گی تھا اور جھلی ہٹت ہی میں وہ الفاظ کا زیادہ سے زیادہ
تسلی عاگل تھا۔“

”خیر و نیم“ میں نے تسلی دی تھی۔ ”میں تمہارے ساتھ
ہیں جاؤں گا۔۔۔ ایک انگل نظر آہی جاؤں تو بیست ظاہر
ہونے دینا کو تم تھے ہانتے ہوئے۔“

”کیوں۔۔۔ کیوں نہ ہوئے دوں۔۔۔“ اسے ساخنے ساختہ
کہا تھا مگر پھر منہ بنا۔۔۔ سرمنہ نایا تھا۔ ”ایک نہدر گھٹا لے کر بیٹھ۔۔۔“

”وچھرے چائے نہ آؤ۔“
چائے کی طرف لاتے ہوتے اس کا انداز خاصتاً
بدلا ہوا تھا۔ میر پرٹرے بھٹکیتے چکا تو بی آدار
میں کہنے لگا۔

”معاف کیجئے گا حضور! میں سن دراہل آپ
بھی کی چوری میں وہ گستاخی آپ میر سوال کیا تھا؟“
”کون بات نہیں“ میں سے شادا انداز من کہا
”ہم حصیں معاف کرتے ہیں۔ دش منٹ بی بڑیں لی جائے“
پر کالے مشاید کبوں سنہ تھیں میں نے
با توں میں مکن حصیں اور شاید کوئی بھی قسم کی مشراب اور دا
ٹلاکر پر بھی تھیں۔ بلکہ اس سے کوئی نصف نصف ٹکریں
خالی کر دینے کے باوجود ان کی زیادتی میں بھی نہیں لٹکھ دیتی
تھیں۔ میں تھے کام گھونٹ بھروسے ہوتے کام ۱۳
تو ان کی باقی صاف ستائی تھی رہی تھیں۔

”کام پتا توں رنجنا“ امکے چکی لے کر کہا۔ ”چکی
مال بر طالکی چاں مار تھا۔ میاں اسکی اکڈی رستا
کاڑا کا بھی بھی سے جانے کے لئے بالکل مار تھا۔ مگر
بیڈ لک کو کہا کہا جائے کیونہ لکھنگولی سے ایکیدھی
میں جان دیے گیا۔“

”دیری سُد“ دسری بُلی ”مگر رنجو ایک دعا
ہوت کیسے ہم دونوں ہی کبوں نہ پہلے جیں۔ آخر تارے
پیس کیا خود ہی سے بڑی خارش نہیں میں تھے
”شہزادہ توہیں۔ تو بالکل جتنا کماری لگتی تھی۔
— مگر۔۔۔ ذر لگائے۔۔۔ بھی سال جب وہ مکینہ مار لگا
تھا میں نے یہی سوچا تھا اسیل مگل جاؤں۔ ذریحی سے
بس سے دو ہزار نکال بھی لئے تھے مگر اسی دن وہ کافروں
میں اس پر بر باد ہو گئے۔“

”ہزار لک کا انتظام نہیں بھی کر سکتی ہوں“ رنجنا
نے کام میز پر لکھتے ہوتے دیں اور میں کہا ”اتساہی
غم کر کوئی بھی جائے کی جیسا کچھ بچکا۔“
”رنجو چڑھائیے رنجنا کا مختہ لکھی رہی۔۔۔ وہ چھٹے

بھٹکی ہو دا اندر شیستھا ماحا پرے کے باوجود دوہ تھس
چھٹاں کے ساتھ کہا ہے گا۔

”جوہٹ کیوں بولتے ہو ملا بھائی۔۔۔“
لیکن ان دونوں لاکھیوں کو کیسے ہوا میں تمیل کیا جائے
اس سوال پر میں نے غالباً میز طبرے ہوتے غور کرنا شروع
کیا۔ وردی پوش دیٹرٹری سرگرمی سے صور کر رہے تھے۔
ایک میری طرف بھی آیا اور تھوڑی چڑھا کر اسی حقارت
سے بھے اور یہ سے یچھے تک گھورا بھیتے کہ رہا ہو۔

”شاہی علیہں دہقان کہاں سے ھس آیا۔“
تمذیان سے اس نے بس اتنا ہی کہا۔ ”کیا

لائق جناب؟“
”ماش کی دال اور۔۔۔ میسی روٹی۔“
وہ چونکا پھر سکرا یا۔ ”آپ شہر میں بھی بار
اکھے ہیں؟“

”جی اہ۔۔۔ جی ہیں۔۔۔ کیوں؟“ میں نے شاندار
حاشاٹ کا مظاہرہ کیا۔

”یہل کے بیٹ جانتے ہیں؟“
”میری ٹھاٹے میں صرف اپنی جیب کا مال
ہاستا ہوں۔“
یہ کہتے ہوتے میں نے جیب سے ٹوہ نکالا جو دونوں سے
چھوٹا چھوٹا۔

”اگر آپ کے پہاڑیں کا قاعدہ ہو تو یہ یعنی۔“
”دن کا لوت میں نے اس کی طرف بڑھایا۔ ایسا حصہ
کا ہے کہ شاید اس کے دیکھنے میں آیا ہو۔“

”ارے نہیں صد۔“ وہ چھپا کے بولا۔ چھپا ہبھٹ
ٹھاٹے اس سے ٹھکی کر پاس کی بیزداں ادھر متوجہ ہو گئے
تھے ”فرمائیے کیا لاؤں؟“

”کہہ تو ریماش کی دال اور۔۔۔“
مگر جناب یہ بیٹی اسٹ پر ہیں ہیں۔“ اس نے
میر پرٹری ہوئی لست کی طرف میری توجہ دنائی۔

پیسہ کیا نہیں کر سکتا۔ گولڈن کارز کے دروازے پر ڈولی دینے والے باور دی خدمتگار سے میں نے سرگی شی کی "دیکھو یہ پرچہ... دہ میر ببر قمری میں کی ہم صاحب کو دینا ہے۔"

دہ ابھی اپنی حریت پر قابو نہیں پاسکا تھا کہ دش میں کے دو نوٹ اس کی تھی میں یہ بخیج گئے۔ "م... م... مگر جواب، غیر صاحب کو معلوم ہو گیا تو..."

"بس ایک منٹ میں ہذا اور آؤ معلوم کیسے ہو گا۔" ساتھ ہی دش میں کا ایک اور نوٹ میں نے سر کایا۔ "اگر معلوم بھی ہو جائے تو کہہ سکتے ہو پرچہ دینے والا پیسہ آنسیں رکھا۔ اس نے دھکی دی تھی کہ سرکاری کام ہے۔"

مات شاید اس کی سمجھیں آگئی۔ سمجھیں سیکھ دئی۔ ایک پیسہ ایک عقل۔ تین نوٹ تین عقل۔ "مگر صاحب اس میز پر تو نہیں میں صاحب نظر اور ہی ہیں۔ کسے دوں۔"

"وہ جس کا اسکرٹ فیروزی ہے۔ فیلیے غلطی سے دوسرا کو بھی دیدو گے تو کام چل جائے گا۔ اور دو سو اتنا ہی کہنا کہ ایک ہنڑیوں نوٹ سے اُترے ہے اور پرچہ رے کرو اپس چلے گئے۔"

تامل کی رون ابھی اس میں باقی تھی۔ اے بھی میں دش میں کا ایک نوٹ سے صاف کیا۔ اب اسکی موچیں بالکل تروتازہ نظر آئیں گیں۔

"بھرا دست پیاسے" میں نے سکرا کر اسے لگھے ماری۔ "میرے کام کرتے ہے تو اب ہبادوں گا۔"

جس بیڑے میں آٹھ کر آیا تھا وہ ایک نئے جوڑے کے قبضہ میں آچکی تھی۔ مگر اس آہستہ آہستہ اسی طرف چلا۔ پرچے نے دہی رکھ لی دکھایا جس کی آمد تھی۔ وہ دو فوں دھانڈ کیسے سہری خواب دیکھتے ہوئے نو دو گیا اور جوں میں نے کھٹ سے دہ کر سی گھیری جو صفت سے زیادہ کتوں کی

سوچ رکھی تھی۔ بھرا ہمارا نہ اذیں یوں۔" "روپیے کا انتظام تو چو جائے گا... مگر کوئی سہارہ جب تک نہ ہوں۔"

میں دفعتاً اٹھ کھڑا ہوا۔ ابھی تک آفاق اپنی میز پر اکیلا ہی تھا۔ میں بتا بھاک کئی طرح زر بینے کی اور سے قبل ہی ان لڑکوں کی میز میرے پیغام میں ہماڑی میں آنکھیں آنکھ کی لفڑی سے بچتا ہوا ہوٹل سے باہر نکلا۔ اسی ویگھے یہ ضرور پوچھا تھا کہ صاحب ایکھے اور نہیں ہیں گے؟

میں نہ پائیج کا نوٹ اس کی جملی میں پکڑا تے پوچھ کہا تھا۔ "بہت چوں گا مگر کچھ در بعد!"

مولیں پارک کرنے کے مقام سے تھصل بچھے لان کا ایک کونہ اسلامی ہی گیا جہاں بیٹھ کر جد سطح میں لکھا ہو گا۔ جب میں نوع بہ نوع پرچے رکھنے کا ہمیشہ سے مرتاض ہوں۔ ان میں ایسا پرچہ بھی مل گیا جس کا بیشتر حصہ سادہ تھا۔ اسی کو سیلیقے سے پھاڑ کر ذیل کے فقرے پھیٹتا۔

مس رعنیا! آپ بچھے نہیں جاتیں گے میں آپ کو خوب جانتا ہوں۔ آپ کا جو فریڈ ایکسپریسٹ میں ما را گیا میں اسی کا دوست ہوں اور اس اساضھن سمجھتا ہوں کہ بھی سے متعلق جو عددہ اس نے آپ سے کی تھا اسے پورا کرنے کی کوشش کر دیں۔ بعض دعوائیں یہاں ملاقات کرنا مناسب نہیں ہے۔ اگر آپ فوراً اشریف لا سکیں تو چھاؤنی کے اوشا ہوٹل میں اشریف سے آئیں ہیں۔ آپ کا مخلص۔

پرنس وحی اسٹوری نویس چھاؤنی یہاں سے اٹھ میں ہی تھی۔ اوسا دن ایک اعلیٰ درستے کا ریاستوران تھا جہاں آفاقی کے طفیل گذشتہ سال بچھے میش چاپ اور کافی اڑائے کا موقع ملا تھا۔

ادوٹ میں تھی۔

آفاق کا ناشرت ہنوز ختم نہیں ہوا تھا۔ بھروسی ہوتی
تائیں صاف کر کے اب اس نے پیالی میں چانسے آندھی
تھی اور چانسے دای کو اس طرح ٹھہرے میں پٹختا ہوا جیسے تاؤ
کھاگیا ہو۔ پاس کا ویر آرم اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ وہ
ویر ایک ٹنکر جریڑا یا تھا۔

”ابے کیا لڑاؤں دلی پیلان لاتے ہو۔ ڈنگ کے
کپہ کیا سائے شہر سے اُڑئے۔“

”حضور اے یہ تو سب تڑی پیالیاں ہیں ہ بڑے
صاحب نے آپ ہی کے لئے خاص طور سے منگوائی ہیں۔“

”اے ہاؤ جاؤ۔ کبھی دیکھی ہیں تڑی اپسالیاں۔
اب میں آپشیل اور ڈردے کر ہناؤں گا جب تھاں پڑے
ہما حب کو پتا چل گا کہ کپ کے کہتے ہیں۔“

”حضر و حضور اے۔ فرمائے گوئے اور لاؤں؟“

”اپنا سرلاڈا۔ یہ گوئے تھے۔۔۔ مگر اچھا ہات
درجن اونٹے آؤ۔۔۔ پیٹری ہیجی اور۔۔۔“

آفاق کا ہم آسانی سے بھرنے والا ہاں تھا۔ پورا سبھے
ایک ہی بارہ کھلیتا تو خیر اس کا معمول تھا ہی تراپت شاید
لتے خداں ہو گیا تھا کہ زرینہ آئنے ہی والی ہے بنشاں جو کچھ
بٹھا سکو۔ اس نے اسکے ساتھ تھنھی میں رکھنے مگر
اسی وقت ایک خوبصورت سی لڑکی ہاں کی سڑھیوں پر نظر

آئی۔ وہ غیر عوی حسین نہیں تھی۔ عمر ہمیشہ سیس سے کم نہ ہوئی۔
مگر شاندار بیاس اور چھپتے ہوئے میک اپ نے اسے سید

نظر فریب، بنادیا تھا اور ہر بھی دس سال تکھٹ کی تھی۔
آذان کی حالت خیر ہو گئی۔۔۔ شاید خیر و قدم کے طور پر کوئی

اس پر یہ نظرہ کہنا یا اتنا تھا مگر کلوں میں دیہنے کو سے
جہڑے کو دوسرے ہی شفظ میں لگاتے رہنے پر صرف تھے۔ اس کے
خساراں طرح پھوٹنے پہنچنے لگے جیسے کوئی سپریاں میں بجا تے

بجا تے داغی تو ان کھوئھا ہو۔

”ادہ ڈار لانگ سمجھے دمنٹ در ہو گئی۔“

آئے والی نے آفاق کے قریب چکر تڑی سریلی

آذانیں کیا۔

”قوئی پروانہیں“ آفاق مخفہ چلاتے ہوئے بڑا یا۔
”تفصیر۔۔۔ ترشیح رکھئے۔“

لڑکی بال مقابل سیچی گئی۔ یہ زرینے کے سو اکون ہمکنی
تھی۔ اس کے لباس سے اُڑنی ہوئی سینٹ کی خوبی جو ٹک
بھی آئی تھی۔ سرت کو اور دلوائز۔ مگر ان بے شال زادبوار،
کوئی بھی دیکھ رکھا تھا جو سب سے تکلٹے ہوئے آفاق کے
چہرے بنائے ہوئے ہوں گے۔

کچھ دیر بعد اس کی میز پھر نوع بنواع اشیاء سے۔
بھروسگئی۔

”مختلف دیکھنے زرینہ صاحبہ“ آفاق نے کوئی چیز
مخفہ میں رکھنے ہوئے کہا۔ یہ سلیس دیکھنے پڑے جانکے دار
ہیں۔“

”تم کھاؤ دار لانگ۔۔۔ میں صرف کافی لوں گی۔“
— آج سر میں کچھ دیر ہے۔۔۔“

”واہ۔۔۔ الاظہم ہیرے بھی سر میں آج درد ہے۔۔۔ جلو
یہاں سے اٹھ کر ڈال کر کے جیسیں گے۔“

”نس ڈار لانگ۔۔۔ کافی منگو اور اسپرو۔۔۔“
ڈار لانگ کی گردان پر میری جان جل آئی۔ جیسا ہاکر مارک
کہوں۔۔۔ اسے انگلستان کی ہڑزادی! اس موکلا ڈار لانگ
ہیں آفاق ہے۔۔۔ گریضی کے بغیر جا رہ نہ تھا۔

”اہ ہاں اسپرو۔۔۔ میں بھوپی ہی گیا تھا۔۔۔ ادیرہ
ایک درجن اسپرو۔۔۔“ یہ آفاق کی آذان تھی۔

”خندب کرتے ہو ڈار لانگ۔۔۔ لوگ کیا کہیں گے۔“
”قیا کہیں گے۔۔۔ کیا مطلب؟“

”اسپرو درجنوں کے حسابے نہیں ملکائی جاتی۔
جو شئے گا ہنئے گا۔“

”اے ہاں کے تو دیکھ کر جو کھنکدوں گا۔
الاظہم میں توجہ درد ہوتا ہے جو تکمیلیں ایک دفعہ میں کھاتا
ہوں۔“

آس پاس کے لوگ چیچی اور تھیس کے راتھو اور

ڈرائیور کی انکھوں میں چمک آگئی۔ ”بڑے دل
چلے معلوم ہوتے ہو ادا شاہرو!... برا نی ماں تا دہ
موٹا کیا اس کا سینہ ہے؟“

”معھی یہ بے تکلفی ناگوار سی گذری مگر معلوم نہیں تھا
وہ دنوں کی تھی دیر میں دکان سے برآمد ہوں گے اور کتنک
بہاں منتظر رہنا پڑے گا۔ کیا حرج ہے اگر یہ وقت باقی میں
نکٹ جائے۔ میں نے جواب دیا۔

”موٹا ڈفر ہے۔ اسے یہ اڑکی بندرا کا لاج خارج چھے
”تمہارا دادہ کوئی رشتہ دار ہے؟“
”دوں میرے رشتہ دار ہیں۔ اڑکی سیری مالی ہے
اور موٹا میرے مالے کا بہنوئی۔ مگر سردار جی کیا آپ اپنی
سمجھی سواریوں کے ذاتی معاملات میں دیپسی لیتے ہیں؟“
”نہیں بادشاہ ہو۔ بھی بھی اپیشل کیس میں گل کر لیتے
ہیں۔“

”تو کیا اپیشل کیس ہوتے ہی رہتے ہیں؟“
”کیوں نہیں۔ یہ گولڈن کار فروٹسے چانس کا
ہوشیار ہے۔ ابھی فراہمی کو لیتے ہی وفت کوئی دس سیل
کی درد ہوئی تھی۔“

”دوف۔ پھر آج کیا ہوا؟“
”او بادشاہ ہو۔ ہمیں عقول بیشن مل جائے تو ہم آگے
کے چکر میں نہیں پڑتے۔ وہ دو چھوکریاں تھیں جنکا پچھا
چیری گاڑیں تک تین شو قینوں نے کیا تھا۔ اس کے بعد
ہمیں کچھ نہیں معلوم۔“

”آپ کا ہم کیا ہے سردار جی؟“
”نام تو ماگر کہا ہوتا ہے۔ ہمیں کتنا نگہ رکھتے ہیں
”اچھا اگر بھی ہم پورے دن کئے کا ڈسی
پیش کیں گرانی ہو تو کیا خیال ہے؟“
”بہت خوشی سے۔ ہم کو تو مزدوری مل جس سان بھر
کے لئے بک کر دیں گے۔“

”آپ کا ہم کیا ہے؟“
”میکسی کا فربہ بھی میں نے نوٹ

موجود ہو گئے تھے۔ دریزہ پست قدارہ بی تو نہیں بھی مل آفاق
کے سامنے بونی سی لگ رہی تھی۔ جڑبی کیا مفہوم خیز تھا
کہ ایک درجن اسپر و کے شاشائے نے اور بھی ہزارہ دلیل
دیڑھ مسکرا تا ہوا کاؤ نظر کی طرف چلا گیا۔

”میں بھتی ہوں ڈارٹنگ بہاں سے اٹھ چلو۔ گھر
آج اکیلا ہے۔ ڈیڈی برات گئے آئیں گے۔ تم سے وعدہ
نہ ہوتا تو اس وقت میں ٹھہر سے نکل بھی نہ سکتی۔“

”جرور جرور۔ مگر کچھ کھانا لو۔۔۔ یہ کرم روں۔۔۔
”تا بابس تم کھاؤ۔ جلدی کرو۔ آرکشا راشا یہ شروع
ہی ہوئے والا ہے۔ تھیں تو اس سے نفرت ہے۔“
”ہاں بہت بُری لکھی ہے۔ دھایمیں ڈھائیمیں۔ اور
پھر جو اس پر ناچھے ہیں تو الہ تم عجیب سالاں ہے۔ چھپے
رینگ لئے ہوں۔“

کافی سے فاسخ ہیو کردہ اٹھ گئے۔
آفاق کی کارز رینہ ہی ڈرائیور رہی تھی۔ میری
ٹیکسی کا ڈرائیور ایک سکھ تھا۔ اگلی گاڑی کی شخصی مارکیٹ
کی ایک بڑی سی دکان پر بُری تو ڈرائیور نے جھسے کیا۔
”باز شام۔ ٹھیرو گے یا آگے چلو گے؟“ اس کے
بیٹھرہ و معنی سکا ہٹھ تھی۔

چھوٹا سا سلے سے تم بھی ٹرک جاؤ۔ میں جنم سکتا نکا
چھیا کر دیں گا۔“

”تمہاری مرضی“ ڈرائیور مہما۔ ”مگر۔۔۔ میر کچھ
خراب ہو گیا۔۔۔ آگے چارچ میڑتے نہیں ہو گا۔“

”پر دانہ کرو سردار جی“ میں اس کا مطلب کہ جیسا
دن بھر میں کتنا کایا لیتے ہو؟“
”اوہ۔ دن بھر کی کیا گل کرتے ہو یاراں۔ فی الحال
دس بیچپے کے چارچ میڑ گا۔“

”باس۔۔۔ واجھی دا۔۔۔“ من دش کا اڑٹ
وہ کی طرف بڑھا یا۔۔۔ یہ اب تنک کا چارچ ہے۔ آگے
ہر سندر ہوں منٹ پر تین روپے لیتے رہتا۔ بارہ بیچے
نی گھنٹہ ا۔۔۔

کھڑکی سے آفان کی غرگاٹی ہوئی آواز آہی گئی اور ساختہ ہمیں یہ بھی محسوس ہوا کہ وہ حصہ کسی کری میں ڈھیر ہوا ہے۔

اب سوال یہ تھا کہ کہاں چھپ کے بیٹھا جائے جہاں سے سب کھجور دیکھا اور شنلا جائے۔ یہ تو مجھے یقین نہ تھا کہ زرینہ کا آفان کو یہاں پہنچ لانا لازماً بھی ایسی ہی ایکم کا حصہ ہے جسکا ایسی سادی ادا باشی سے کوئی تعقین نہیں۔ یہیں کھڑکی کے پاس کھڑا رہنا تو اسی میں مجھے امار کے رادف ہوتا۔ کہا معلوم کہ کوئی ملازم ادھر آنکلے یا عمارت کے سی حصے میں خونوار لئے ہی راتب تھا۔ اسے ہوں اور فارسخ ہو کر ادھر ہی چھلی قدیمی کرنے لیں۔

کام و شوار تھا مگر میں نے ذہن کے تاریک اور دُور افتادہ گوشوں کو مٹول کر ان تک خوم جاسوں کی تھی جوڑا جو نہ جانتے کب کب کے پڑھے ہوئے جاسوں کا دلوں کے صفحات سے کھو بڑی میں داخل ہو گئے تھے اور ایک تلنے سوئے تھے۔ اٹھوائے خراخور دا اب تمہارا ہی تھر ہے؟

اکھوں نے کھوڑ بدلی گران کا انداز پا ہجوں چیسا تھا۔ حالاں کہ نادوں کے صفات میں ان میں سے ایک ایک نے دس دس بزماعشوں کو چھپ کی جانے تھیں جنکا دی خمی اور ان کے بدن پر خراش تک نہیں تھی۔ میں نے پھر چھوڑا۔ اے میں مار خروں اب اب بتاؤ نا کیا جائے؟

وہ مریضوں کی طرح کرایے۔ میں ایک کے بالوں کو پکڑ کے بھینپوڑا۔ مگر تینجواں کے موافق نہ ہو اکہ خود ہی سکی بھر کر گرفت ڈھینی کر دینی پڑی۔

لیکن اس بھیما شاپ میں خراہ سو جھی گئی۔ عمارت کے پچھلے حصے سے چھپ پر چڑھ جاتا میں اس ثابت نہیں ہوا۔

تاریکی گھری ہوئی جا رہی تھی۔ مڑاک اور عمارتوں کے

کھلیا۔ یہ سب مجنح احتاظاً تھا مگر اصل میں اپنے آپ کو یہ محسوس کر ائے کی اکٹش کر دیا تھا کہ بخود ارباب تم جا کریں ہو۔ الگچھے کلر کے نہ دھکایا اور یہ ہمیں چاکا مال اڑائے رہے تو ہمہ نے ضمیر کی خدمت پر نہیں بھرجا گا درور قولی کیا کریں ملی۔ گولڈن کارز کے دیڑ سے انش کی دال اور بیتی رہی۔ بھی اسی لئے مانگی تھی کہ اس طرح بڑے پچھدار تعلقات کی بنیاد پڑھلتی ہے۔

لعنعت گھٹھے بعد آفان و والی کارچھاڈی کے ایک اوسط درجے کے بیٹھ پر رکی۔ یہ ماڑن ٹھائی کا علاقہ تھا۔ کوئی ٹھیاں خاصے ناٹھے سے ہی ہوئی تھیں۔ میرفیک بھی ادھر پر لے کے نام ہی تھا۔ دراصل یہ حصہ ابھی تک آباد کاری "سکر مارٹ" میں تھا۔

"سردار جی آپ جو بلی پار کے آگے ٹھیسیں جھوٹا پس بھی چلتا ہے۔"

"ضرور بادشاہ ہو۔" اس شہرے دیئے ہوئے نوٹ جب میں رکھتے ہوئے ذندہ دری کے ساتھ کہا۔ "لیکن کتنے بچے تک انتظار کرنا ہو گا؟"

"جو سنتا ہے آدمی رات ہر جگے سلطمن رہو سیرا ٹوہ کافی بھاری ہے۔"

سورج تقریباً اڑوب گیا تھا۔ جگہ جگہ تھے جبل اٹھتے تھے۔ کوئی بھی میں اس وقت غالباً ایک دلماڑیوں کے سو اکنی ہنس تھا۔ خاڑم بھی لفڑی ہیں آئے گریخن کی جنی سے اٹھتا ہوا دھوان شہزادت نے رہا تھا جاہلی طرف چھایا ہوا اگھر اسکوت مکمل دراہی کی دلیل نہیں تھے وہ دلوں جب پورچ سے گذر کر رہا ہاڑی میں داخل ہوئے تو میں بھی اللہ اسم اللہ کرتا پورچ تک پہنچا۔ عمارت کے داخنے میں فراخ برآمدے تھے جنہیں کھروں کی کھڑکیاں ھٹکنی تھیں۔ مکروں کے دروازے یقیناً اس دریا ای سرداری میں بخوبی ہوں گے جس میں وہ دلوں ادھلی سوچنے لگئے تھے۔ میں بخوبی کے بلے اپنے برآمدے میں کھڑکیوں سے ٹاٹا چلتا رہا۔ آخر ایک

کروڑ تھی ہیں؟ ”
”اپ غلط کچھ آفاق صاحب۔ میں خلیل الرحمن کے لئے چلی کا ذکر کر دیتی ہوں۔ وہی جو ایک دن گولڈن کار فریض نام تھا۔“
”ایسے۔ تو اس چڑیاکی لادا دکا کیا ذکر کر تی پڑا ذریعہ پھونکسیں ہوں تو پھر اسی صاحب آفٹے اٹے پھر چلے۔“
”جسے کی کوشش کردہ فارنگ!۔ میں جانتی ہوں تم شیر کی طرح محبوب طاہر۔ میرے لئے جان تک پہ کھل سکتے ہو۔“
”قیوں نہیں۔ الاقسم حکم دیکے دیکھو۔ پھر دیکھو۔“

”اے بان۔ گلزاری جھکٹے سے ہر سلسلہ حل نہیں پڑا کرتا۔ تم نہیں جانتے تم ایک بانے جواری کی بھی ہوں۔ بُرنس جواہی چہ نا۔ میرے ذمیدار بزرگ میں تباہ ہو چکے ہیں اور قرض سکے دباۓ سے مجور ہیں کچھ اس لینے لئے جو اسے کر دیں۔“
”اسی وقت راجہداری ہیں قدموں کی آواز اپنے کوئی اسی طرف نہ رکھا۔ دھنٹا دروازہ کھلا۔ تریز و چک پڑی۔ آواز۔۔۔“

”اے بان! آنے والے نہ رہے تھے اپنے میں کہا۔ دو سلے قدار جو رہے شانوں کا ایک ادھیر آدمی تھا۔— بچے پہلے بھی خبرِ خالق باز نہیں آئی۔ اسی نے پروگراں ملتی کر کے آرما ہوں۔ میرا شیر درست نکلا۔“
”اے بان۔ ڈمی۔۔۔ گر اپ پھر ہی ہیں۔۔۔ میں، تھیں پسند کرتی ہوں۔“

زور نہ کا اشارہ آفاق کی طرف تھا۔ آفاق ہمارا کر کھڑا ہو گیا تھا اور ایک اختر پر رکھا لے گئے۔ مخمر بنارہ میں معا جیسے کڑاوی گولیاں جیں چیزیں گئی ہوں۔

”افیں شایر معلوم نہیں ہے کہ میں قہاری نسبت دوسرا حلگہ طے کر جائیوں۔“

”نہیں۔۔۔ گر میں ابھی افسیں ہی بتائے جاوی تھیں“
”ما جزاۓ!“ زور نہیں کے ذمیدار نے کڑسی پر بیٹھے

لئے رہیے تھے تھے جیسے جگنو بھر گئے ہوں۔ اس علاقے کے کروڑوں کی چھتوں برآمدے کی چھتوں سے تقریباً تین فٹ اونچی رہی ہوں گی۔ اسی اُبھرے ہوئے جھٹے میں کروں کے نو شندان تھے۔ میں بخوبی اور چھٹوں کے بیٹھ کرنا اس کر سکتے تھے۔ اس کی مکملی سے آفاق کی اکار آتی تھی۔
”تابت ہر اک کروٹ سے بیٹھ کر نہایت اطمینان سے اتنا کا حال دیکھا اور شنا جا گھٹا۔“

آفاق ایک صوفی پر ڈھیر لھا اور زریز بی۔
ایک نازک سی کرسی پر جادہ افراد تھی۔ مگر اس کا چڑا بھے بجا بھا ساختا۔

”آپ ساتھ بھر جی پھر سی رہی ہیں۔ آفاق بولا۔ اب بھی کھاؤشیں ہیں۔ الاقسم میں آپ کو اس طرح نہیں دیکھ سکتے۔“

”میں بہت بد تھمت ہوں آفاق ممتاز نہ بینہنداں پھیلیں ہوں۔ آپ ہی تائیے ایک لاکی زندگی میں پلی مرتبہ کی کوچا ہے اور بھرپار اس کی راہیں دلوں اور دین کو کھٹکتی ہو جائیں تو وہ خود کسی سکے سو ایکا کرے گی۔“

”اے بانکاری۔۔۔ کیوں نہیں۔۔۔ سچی شرمی تو وہی۔۔۔“
”اے خود کشی۔۔۔“ قریب مھبلہ کی۔۔۔ مگر خود اپنی دلگشاہی میں بولی ”میں نے کسی کو رووح کی تمام گمراہیوں کے ساتھ چاہا تھا۔ گرنا کافی کے سوا کوئی نظر نہیں آتا۔۔۔“

”ک۔۔۔ کے جاہاتا۔ آفاق کے بھی میں شوق تھی۔۔۔“
”اب یہ بھوپال چھے ہو۔“ نہیں نے بڑی آدمی کا سکی لوٹ لیں۔۔۔“

”نہیں الاقسم۔۔۔ ہی ہی ہی۔۔۔ نیندوں کی راہیں۔۔۔ وہ تو میں بھی کھر رہا تھا۔“

”بچھے رہنے۔۔۔ مگر یہ بھوپال یعنی کہ میری شادی ایک لکھتی کے بیٹے سے ہو رہی ہے۔“

”مگر پیشکری۔۔۔“ اپنی گریب آپ کو کس بیٹھنے بتایا کہ میرا باب لکھتی ہے۔ جھوٹا ہے سالا۔ الاقسم وہ تو

بھجے جکاری مت بھجو۔ یہ ملات کا پھر ہے ورنہ دو سال پہلے میرا جنک بلیں جو لاکھ سک نہیں تھا۔
تھے تاک بے شک...“

”نہیں آفاق صاحب“ زرینہ بولی ”یہ تم باپ بیٹی کے لئے واقعی مر جانے کی بات ہے۔ ہم اپنا بوجہ آپ پر نہیں ڈال سکتے۔“

”بوجہ کیسا جرمی صاحبہ۔ اللهم پندرہ بیڑا تو میرے باوا جان رکھ کے بھول جائتے ہیں۔ آپ چھے بھی تعلق کریں گی تو... بھلا یہ بھی کوئی بات ہوتی ہے۔“
”نہیں نہیں برخوردار ای یہ بوجھیں تم پر نہیں لوگا۔“
اسی سلسلے کو زرینہ اور جیسیں کانکارج طے کرایا ہے۔
زرینہ تھجھ اسی۔ اس کا جھرو آسودا سے تھا۔

”ہائے ڈیڈی یہ آپ نے کیا کیا۔“
”بھکر اور کیا چارہ تھا۔ سر خیل کا نوش جک کا تھا۔“
”ہر سچ نہیں۔ آفاق دیڑا۔“ آپ اچھا یہی نہیں ادھار لیں۔

”اوصار ڈیڈی نے چونک کر اس طرح آفاق کو محمدرا جیسے پیشکش اس کے لئے انکشاف کی جیشیت رکھتی ہو۔“ یہ پہلو میں نہ اپنکے سچا ہی نہیں۔“
”ہاں ڈیڈی۔“ اب زرینہ بھی چکی۔ ”یہ زادتہ عزت مندا نہ ہے۔ آپ انھیں رقم ادا کر دیجئے گے۔“

”ہوں... یہ پورا کہا ہے۔ میں کوئی گا۔“
”میں سوچتا و چاہو ٹھیک ہے۔“ آفاق بولا۔ ”زرینہ
میرے ساتھ چلیں تو میں ابھی چک دیوں۔“

”چک نہیں۔ تم کیش لے کر کل دو۔“ سہی جاؤ۔
میرنہیں کہہ سکتا کہ میرا خیر آمادہ بھی ہو سکے گا۔ اسیں۔
— اگر آمادہ ہو گیا تو تمہارا احسان آٹھالوں کا، نہیں تو رقم جیسیں واپس لے جانی ہو گی۔“
اس کے بعد مجلس برخاست ہو گی۔
(نماز نہ صحت باقی)

بھوت مشقانہ انداز میں کہا ”بیٹھ جاؤ۔ تم ایک شریف لٹکرے معلوم ہوتے ہو۔“
”بھی باں... بھی۔“

”تمیں نہیں سے دیکھی ہے یہ بھی میں جانتا ہوں لیکن کیا تم پسند کر دے کہ کہا ریس دیکھی نہیں کے باپ کو خود کشی پر بھجو ٹھوڑے۔“

”تو بہ تو بہ... اور یہ آپ یہ کیا فراہم ہے ہیں۔“
کوئی کیسے آپ کو خود کشی کے لئے کہتا ہے۔ خون بی جانجا ملے گا۔“

”بہادر چو یہ بھی میں جانتا ہوں۔ مگر پروفیٹ کے آگے بہادری کام نہیں آتی۔ صاحبزادے اسیں سکا پسندیدہ ہزار کا مقر وطن ہوں۔“
”میں... کوئی بات نہیں۔ ساے کی تاک پر مالیتے پندرہ ہزار۔“

”خورد مارتا۔ مگر... اب تم ہے کیا کہوں۔ میرا بھی معاملہ ہے۔ زرینہ با آج کے بعد میں پھر تمیں اسکے ساتھ نہ دیکھوں۔“
”یہ کہتے ہوئے دھمکنے لگا۔ زرینہ بھکیوں سے رو رہی تھی۔

”آپ ترشیف تو کھیں بڑے مہاب۔ آفاق غرایا۔“ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ میں کہہ تو رہا ہوں میں ناک پر مالیتے پندرہ ہزار۔ ”اس نے اپنی جیسیں ٹولیوں۔“ ہائے لعنت چک کے بھی سالی جیب میں نہیں ہے۔ کوئی پرداہیں کل پہنچ کر دیجئے گا۔“

”ہرگز نہیں۔ وادھا جزا دے وادھ۔“
”میری عزت کو جیق کر دے ہو۔“
”اللے نہیں جاپ۔... ہی ہی میں تو آپ کا فرزند... فرزند ہوں...“ یہ کہتے ہوئے آفاق شرکا۔

”تم جیسے سعادت مند کی فرزندی پر میں فخر کر سکتا ہوں، لیکن... بغیر۔ اور خود داری بھی تو کوئی چیز ہے۔“

بھروسے کیلئے ہر کتاب کے
دو نسخے اُنے ضروری ہیں



بھروسے نے بخشش نے مافر عطا کی تھی، تب وہ تجویز میجادستہ ریاضت نے ان ادعا مات کو وہ جلا دیا کہ رہتی دنیا تک ان کا نام تا ای علم و معارف استاد و خدمت دین کے سلسلہ میں اریاب علم کے نئے سفر اپنے جانی دیکھتا۔

اس لئے ہیں بنیادی طور پر آنے والے ادعا مات اور حفاظت اور ادیکر، عرضی الشرعاً کی تغییر کو عقلی نقش دلائل سے ثابت کیا گیا ہے میکن تفسیری زبانی مباحثت کے اعتبار سے یہ کتاب گوناگون علم و صادق کا تجربہ ہے ہیں کی کوئی حدیثی اور تحریرت سازی نا ممکن ہیں تو مشکل ہزور ہے ذہنی استعداد، لکھنا ہو تو اس کتاب کو دیکھ کر علم ہوتا ہے احادیث کا سارا اقتدار وقت شاہ صاحب کے عائشہ کی بالائی سطح پر موجود ہاں تھا، و مسا دیکٹ علی اللہ یعزیز و ڈیکٹ مفت اللہ یہ میہ من پیشہ اگرچہ اذان الخلفاء کے مطابق کی صادق است ہیں تعییب ہو میکرے یہ اعتراف صدر کریں گے کہ زیر تجویز ایشیاں کو بالاستیغاب دیکھنے کا وقت نہیں تھا بلکہ اس سے صفحہ صفحہ تجویز ہو، تجویز کرنے سے تھا صدر ہے ہیں مگر اس میں کوئی مخالفہ نہیں۔ متعدد مقامات پر ترجیح کا جائزہ پیش کیا گیا ہے کہ ترجیح ہے کہ ترجیح ہے کہ ترجیح ہے، ہے خدا شاہ صاحب میلارک کی میش کردہ مطابق کا سامنے توان کا نقش کسی جو ہر ہی کو دیکھا دے سکتا ہے کیم مررت اتنا ہی کہیں گے کہ شاہ صاحب نبی نہیں تھو، اصل نہ ان فروعات میں نقش رنگرزش کا پایا جانا یقیناً ممکن ہے اور یہ جی میکن کو کرنے کے سچی جواب ہے میں جیسا کوئی کم علم کم فہم اتفاق نہ کرے لیکن یقینت مجموعی ان کے علی تجویز نہیں، اس ادعا مات سے اس مفہومت پنهانیت پر سرو اعظم کا اتفاق ہے۔ ما شام اللہ دلا حول ولا قوہ الا باللہ۔

اَنَّ اللَّهَ اَكْحَفَ عَنِ الْخَلْفَاءِ اِيَّٰثٍ مِّنْ آيَاتِ اللَّهِ شَاهٌ خَلَا فَلَمَّا هُوَ كَشَفَ عَنِ الْمُرْسَلِينَ كَشَفَ عَنْهُ شَهْرٌ وَّ آفَاقَ تَالِيفَ۔

اس نذری تالیف کا اور ترجیح پڑیں بھروسے شائع ہو چکا ہے، لیکن اول تو وہ بیرون کے ہے، مرسے اس کی صحت خود مش ہو جا گز نے متعدد مقامات پر اس کا مقابلہ اصل سے کر کے دیکھنا تو یہ اذانہ ہوا کہ ترجیح نے یا تو شاہ صاحب کا مطلب کہما ہی ہیں یا بھما آس کے کا حق اٹھا رہی تھیں، نام ترجیح کی وجہ مولانا عسید اشتکر، صاحب تاریق کا، یا یا یا ہے میکن کسی طرح ول رہیں گے اس کا موصوف، ایسا گلہڑ ترجیح کی خلاف قیاس ہے، ہر دو اس اتسار میں المناس ہے اسی ہے۔

پھر حال اس وقت جو ترجیح پڑیں تظریب ہے اس پر بھروسے ترجیح کا نام مولانا عسید اشتکر پری درج ہے اور اصل معنی کالم و اساقہ ساقہ ہے ترجیح متن کا مقابلہ کرنے سے، اضف ہوتا ہے کہ ترجیح ہے کہ مولانا موصوف کی شان کے مطابق ہے اور متن کا ساقہ ساقہ ہونا اسپر وال ہے کہ خود ناشر بھروسے اس بار میں ملکتن ہیں۔

ناشر میں:- نور محمد، کار خانہ، تحریکت کتب، کرام باعث کراچی ہیں مدت ہے کہ کتاب کے صورتی و مسوئی حسن بنداش نے اپنی تدبیر دایلیت کے مطابق سلیقہ مذاذ تجویز ہے، کتاب عذر، طباعت سفاری، کانڈی گلیز، سائز موزون، تصویح تابیخ مسخات ۴۱۲ فہرست، جلد دس روپے۔

یہ ترجیح ناشر کے تلقن سے ہو ایضاً کتاب اور حضرت مصطفیٰ کے تلقن سے ہم جیسا ہے بصاعداً کیا ترجیح کر کے گا شاہ ولی اللہ علوم و معارف کا بھرپور اپیڈاکٹ نے ساقہ ہی زیارت وہ کتاب

یہ بخوبی کاغذ میماری اس طب سے ہے۔ مجھے کل جگہ میری کہنا چاہیے۔ علاج پر چاق چند کو چاک چند کو چکنے گے اس کے لئے اپنے اتفاقات تھات کے سارے مدد گیلانی صاحب کے رشادات نلم پر انگلی اٹھانا مشکل ہے ویسے اس نئے سکیلوں ہم اپنی وجہ مزدودہ میں گے کوئی اور بیانل کی نشاندہی کرنے تاریخ میں صرف حضرت حسینؑ اور یزیدؑ کی تھیں مسخرہ نہیں ہیں جیسے درسر کی تھیں یعنی ہیں جسیں بخود طاقت استعمال کی جاسکتا ہے۔

ہمدا پر منشا پر گروہ نہیں کو حصہ نہیں جو بیوی کے باب میں وہ عالم زادہ نظر کو چھوڑ کر عالم غاثی یا محدود جسمی کا ذرا اور نظر ایسا نہیں لیکن یمنہ مزدود ہے کہ صاحبست کی جس نکرم ہے وہ خود بھی ملک نہیں ہیں اس کا تو خدا اپنے فرود و امت ہیں مزدود رکھیں۔ جب وہ کہتے ہیں ” مجھے اس دن کامی انتشار ہے جو بھی اس مدت ہے صاحب للہی نیا چائے جو بیویوں میں متعدد شہزادت کی شہادت پر ڈپ چاپ خاموش غاشی بیوی رہتی ہے (ملک) تو اس کا خلل اس کے سوا کیا ہوتا ہے کہ وہ قیامت کے دن حضرت معاویہ، حضرت عبد اللہ بن عباس مرحوم حضرت این عباس اور حضرت این الحنفیہ جیسے کامی بیویوں میں صاحبیت کی پاداشیں گرفتار عذاب دیکھنے کی توقع کرتے ہیں۔ یہ قعہ بڑی مخدوش ہے۔

ہوتی ہے سحر میڈا • معنفہ: جناب بد نام رہی
• شائع کردہ: تنویر ادب
• پیلیکشنز: ۱۸۷۶ء۔ ملز کاونسی۔ در محلہ انڈھرا پوری (پیش)
• لکھائی چینیاں گوارا: صفات میں قیمت جملہ تین روپے

ازدواج کی حد تک رقم الحروف کا مطابق پیٹھی محدود ہے اور اب تو دست دراز سے ادب لتب و رسائل دیکھنے کی توبت ہے اب نہیں آتی۔ اس کے باوجود علم مزدود ہے کہ جناب بد نام رہی ازدواج کی اکیب صرف تھیں ہیں، صاحب لقا عیف ہیں۔ آپ کے رشادات نلم آئے وہ جھپٹر ہتے ہیں۔

پیش نظر تاب کو دیکھ کر پہلے تو حیرت سی ہوئی تھی کہ تھی

تو بڑی بات ہے، مجھ تو قوت کی ہے کہ اس کی اہمیت و حنوت کا احساس کیا جائیں گا۔ تاہم کام کرنے والوں کو مایوس نہیں ہوتا چاہیے انہوں نے اگر تھاں کو رکھنے جاری رکھی تو خفتہ احصاء کی میراثی میں ناٹھکن نہیں۔

ہم دعا کرنے میں کہ الشفافی اسے عطا طبیں عطا راست اور اپنے مقاصد میں کامیاب کرے۔ مولیٰ مسول ہیں جناب میرزا علام اکبر انوی۔ سابت اور حضرات کے اسلام میں ارادہ تھا میرزا علام درست ہیں۔

سالانہ دینیہ دوپہر پاکستان سے درود ہے۔

مراست کا پتہ: ادارہ الیقظہ، دارالعلوم دینیہ بندر۔

امثال • صفات میڈا میں جناب اسد گیلانی

ایک روپیہ، ۱۰ نامڑا، آزاد بک ڈپرگو، ہا۔ پاکستان:
۱۔ اسد گیلانی اسلام پسند اور بیوں میں متعدد شہزادت کے نالک ہیں۔ ان کے نکر کی صافیت اور نلم کی افرانگیزی دینیہ لڑبھر سے دلچسپی رکھنے والے حلقوں میں قادرنگی کی تھیں ہیں ہے۔ پیش نظر تاب ان کے آن دس منصاعمن کا مجھ دے ہے جو دن تھا فتحار سائل میں پھیپھی ہے ہیں یہ صوب کے سب آن کے اسلامی نکر دینی جذبے اور صلح اور کارکے آئینہ دار ہیں۔ طبیل تبرے کی بجائے اتنا ہی تبصرہ اس بیوی سے پر کافی ہو گا کہ ہم ہر اس مسلمان سے اس کے مطالعہ کی سفلائی کرتے ہیں جو اس کے مطالبات سے ہمیں عملی مشکل نہیں رکھتا چاہتا ہو۔ الشفافی سعادت مند صفت کو مزید تلقین سے فوائد سے ادا ان کا نلم دینی لڑبھر ہیں خوشگوار امدادوں کا ذریعہ خدا ہے۔

ضھوٹ پر شرکا در امیر عد علطہ چیپ گیا ہے۔
جلوؤں کے سید خلوؤں کے کلدے۔

ظاہر ہے کاتب صاحب نے جلوہ تیرں اور خلوؤں کا خلیل بگزارا ہے صفت پر۔ ”وہ اپناؤں ملن الملک بجا تاہے“

ہم سے خیالیں ”کوس“ نہ کر ہے دک مرشد۔
صلت پر۔ ” یہ بات مجھے کسی بھجوں نہ آسکی“

"غیر افون" کوئی جیز نہیں ہوتی۔ میری دیوبندی دل پر کوئی پکرنا زدھے کچھ کھلا کر رہ تھا ایندھن باٹ دیا ہے سستی "مالا مجدی" مشارکے میں وہ زادہ سیکھتی ہے مگر خود جیسے غیر مشاعری اور پر نادر شارع کیلئے کسی طرح مورث نہیں ہے کذا حسیت این روانا کے کام بہت

ذجن جہان بزر سقیوال خاص، عالم بہت

بدی کل رسم بھی اکثر اپنی سے چلنا ہے جو لوگ ہوتے ہیں وہیں تکنام بہت یہ قلم یقیناً شاعر کے دربار کا پوگا درد کسی مشائش اس کا صدور مکون نہیں۔

ہم سمجھتے ہیں اسے اسکے اپنیں میں خارج کر دینا چاہیے حامل تحریر ہے کہ انہی خامروں سے قلم نظر ہر انسان کے کام میں بزرگ راتب پائی جاتی ہیں "لشنا" ایک ایسا جھوک علام ہے جو علمی مترجم اور ذوق سیم رکھتا، اون کا زیادہ سے زیادہ لوچ کا مستحق ہے۔

الدقطلہ

جو انہی نے دارالعلوم سے نکالا ہے اسے دیکھ کر یونیورسٹی میں حیرت ہے کہ ترقی یافتہ وسائل سے خود مطلبائے اس شکل، صفت کا پہچہ کیسے نکال لے۔ اپنی خبر جانتے ہیں کہ ولی زبان و ادب سے صرف اسلام اور تعلیم ہی کے اعتبار سے چلا ہیں بلکہ اس کے انداز تابت میں بھی تجدیدیاں ہوئی ہیں لیکن "الیقظا" ان تجدیدیوں سے کافی صمکھ رہنماں معلوم ہوتا ہے بلکہ نظریں بھیں گے کہ ناپ سے چھاپا ہوا ہے اور مخوافات کا طرز کتنا بت ایسا ہی ہے جیسا ان دل دل دری ممالک میر راجح ہے۔

ابھی چند ہی پڑھے چھپے ہیں۔ مفہامیں کامیاب اعلیٰ ہے۔ زبان نسبتاً سادہ اور عام ہم ہے صریحی مدد یوں عربی انداز قلم انداز سے اس درجہ مختلف ہے کہ شکل ہی سے وہ طلباء اسے پری طرح بھر سکتے ہیں جن کی تیزی کا دائرہ دارالعلوم جیسے قدم طرز کے مدرسون سے آگئے ہیں بڑھا ہیں واقع نہیں کھلیا، دارالعلوم کا بڑا حلقوں اس جزیدے سے فائدہ اٹھا سکیا۔ ناکوہ اٹھانا

کوئی کوئی کام جمل، بیرون گے حال تکنیات مفعک خیز ہی ہے اور شامر کا مقصد بھی نہیں۔ نہیں کسی کے ہار قلعوں پر کوئی جیلان ساچپ سر بارہ اور اس دستِ جیسی قطاس نہیں مرتے نہیں کیلیاں چن رہا ہے اور تو "غارتوں" مخفی خودت شری ہے دردیں جمل واحد کا تھا۔ دوسرے "قطاس زر" کا مطلب متعلق رہا

ہم نے اخلاص کے پھلوں کے گھنے سائے میں عرض بھر ساتھ بھانے کا تم کھانی تھا "گھنے" حشو زد اندھیں داخل ہے پھلوں کے سائے سبک یا فرم تو کبھی جا سکتے ہیں۔ گھنے نہیں۔ ایک نظم "نہر جوڑی" اپنے مطالب کے اعتبار سے پوری کی پوری تابی خفت ہے۔ خود جیسے نغمگر کیتے یہ زیادہ نہیں کہ "سہر سے" کے انداز کی خالص رسمی اور ہوا کی نظیں کہے یہ کام خوشاد پسند اور دل قدرت شاعروں کیتے چو جھوڑ دینا چاہیے۔

مگر بیوں میں مقید زبان فریادی درست ۶۵

"لہوں" کی چلک دین کا محل بھا۔ گو بات جب بھی بلے کی بی رہتی کیونکہ زبان بھر جال دیتی ہی میں مقید ہے کیتے ہے۔ چاہے وہ تیخی کی طرح چلتی ہو۔ میں کہ، نیا کی پذیری اپنے سے خود، مرتے ہم سے خوب سلی مکان پذیری اپنے کے یہ شوہین بکار و فرش کے سائچے ہیں ڈھانی ہوئی ایسا شترے جس پر شاودی کی بجائے انجینیری کا دھوکا ہوتا ہے۔

وہ صندلے دھنولے سے بھائیک سائے میری جانب بڑھتے تھے جیسے پیارے دلک

آزاد نظم کے اس روشنے شریں دے پاؤں سے ہے "قطدانو" ہے۔ کام جھاکایا مو قو خا۔ دے پاؤں پر راخا وہ کمز کذندگی کے غیں افق پر دستہ)

سلک اور اس کا اخذ علم کریں، وہاں اپنی دوسرے سلک اور ان کا آخذ کا بھی علم ہو ناگزیر، اس طرح ان سے دونوں میں فارغ اور مواد اور ای پہنچا ہو کر کہاں کہجئے ہیں کہ بہت سے لوگوں میں جو جو رخصب اور شک نظری اس وقت ہے اپنی جاتی ہے اس کی سب سے بڑی وجہ ہے کہ کہر شخص قرآن پر اپنی سلک کو جانتا اور کچھ دوچھ اسی کے دلائل سے واقعیت رکھتا ہے، مسلمان و غیر مسلم ہر طور پر اپنے ماسوو دیکھ رکھا ہے ملکوں کو یہ بنیاد تھیا کرتا اور بسا اوقات ان کے مانشیوں اور ان کی نیتوں نکل پر علاوہ کر جاتا ہے اور بھی وہ چیز ہے جو سماں توں کو اکیلہ و مرے کے ترتیب نہیں دیتی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ فرقہ کے بہت سے مسائل میں سلفت کے درمیان اختلافات پائے گئے ہیں، میکن اول قوس مضم کے مسائل کی تعداد جیسا کہ اپنے کتابیں پڑھ کر اندازہ ہے کہ ان مسائل کے مقابلہ میں بہت تجزی ہے جن میں تمام پاکٹراں سلفت کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، پھر وہ اختلافات پر گزارہ ہوئیں اور بنیاد میں نہیں ہیں بلکہ قریب اور جزویات میں ہیں اور وہ بھی زیادہ تو ان جزویات میں جنکی بنیاد قرآن یا حدیث پر نہیں بلکہ ان کے اجتہاد و تیاس پر ہے لامہ اور غیرہ کو اس مضم کے مسائل میں اختلاف کرایا جاتا تھا تھب اگر ہے اور مطلع نظرت کے خلاف، تمام ائمہ ایک زمانہ میں سے ہم امام اکیل مقام پر کہہ رہے ہوئے ہی مسائل کا تصدیق ابھی ملائمات اور پہلو دینا جمال سے کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ تا یعنی امدادگر مجتہدوں میں سے کوئی شخص اپنے کسی اجتہادی فیصلہ کو انتہاء رسائل کے فیصلہ کا درجہ نہ دیتا تھا بلکہ ان میں سے ہر شخص خواہ دین کے علم و فہم میں اس کا مقام کتنا ہی بند ہو جب کوئی اجتہادی سلسلہ بیان کرتا تو یہی کہنا کہ یہ میراہم احمد اجتہاد ہے، اگرچہ صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اسی کے نقل کا تیجہ ہے اور اگر یہ غلط ہے تو میری طرف سے ہے اور شیخان کی دانہ اڑاکی سے محفوظ نہیں ہے۔

وہ مفعور ہے کہ اونتھ فہرست اکیب جلدی ہوئی ہے تین جلدیں انجام یافتیں۔ خدا کرے خیاب تا شراسی سلیمانی سے تمام جلدیوں کی اشاعت کا فرمان حاصل کریں، دعا التوفیق الاباللہ و هو المستعان۔

فقہ السنۃ ۱۔ مولودہ، خیاب محمد عاصم صاحب
۲۔ شائع کردہ، مکتبہ چراغ راہ، کراچی
۳۔ صفات، ۴۔ کاغذ سفید، سائز ۱۶۰۰، کتابت صیار کا
طباعت گرا، فہرست محمد آنحضرہ سے۔

یہ بلند یا پہنچا کتاب اور دو میں اپنی نوش کی سیلی کو شش ہے جسے علی چنقوں میں قدرہ منزلت کی نظر سے دیکھا جانا چاہئے کتاب کا ستن ان فہرتوں سالہ پر مشتمل ہے جن میں مشہور فقیہ کردہ میں مابین کوئی اختلاف نہیں یا تم سے کہ ان کی اکثریت ان پر متعلق ہے اگر کوئی معلوم اس اختلاف پایا جاتا ہے تو اسے حوالی پر مصروف کر دیا گیا ہے۔

جن صائکیں میں احتجات اور دیگر فقیہ مکاتب کا سلک جدا جو اسے ان کا شذ کرہ جسی و انشی میں موجود ہے اور متفق علیہ مسائل میں اگر کسی فقیہ گردہ کے بیان کو ای مخصوص تفصیل پائی جاتی ہے تو اسے بھی ملن یا حاشیہ میں لے لیا گیا ہے۔

کوشاں کی گئی ہے کہ قرآن و سنت کی اون شعباء و کوسا متنے لایا جائے جن پر مختلف فہرستے اپنے اچناد کی عمدت اتحادی ہے اس اگر بعض مسائل اپنی بنیاد میں کوئی نص نہیں رکھتے تو ان کا سمجھ تذکرہ و ارشی میں موجود ہے لیکن جس صورت میں کہ اس اور سلک تمام ائمہ کے درمیان متفق علیہ ہوتا ہے متن ہی میں شامل کر لیا گیا تو مفہوم ایک ترتیبیہ کتب فذکی مر جائز تینیں کے مطابق ہے چنانچہ اور جحد اول ہے کتاب الطبلہ و کتاب الصلوٰۃ کی تخلیل ہوئی ہے اس میں تیس کتاب کا سبب تائیت اور تائید کیا ہے اسے متوفی ہی کے الفاظ میں لفظیہ متنے، اپنے مقدے میں فراہم ہے۔

پر مندرجہ تمام مذاہب کے نقل کرنے سے ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ وہ گوں کو ان کے وجودہ مسئلکوں سے چلا کر اپنے کسی خاص مسلک کی طرف دعوت و دی جائے بلکہ اس سے ہمارا معتقد ہر قریب ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے والے وہ اسے ہوا ہے کس مسلک سے تعلق رکھنے والے ہوں، جہاں اپنا

ایجاد کافی کوئی ان سے سمجھے، کم نظوروں میں بڑے بڑے
طالب رہنیا سیستمن کاری کے ساتھ بیان کر جائے ہیں اور ان
کا علم تعلیمی کی بجائے اہم تر اور خاص المعاشر نکالت پر قوت اور
بیداری ہی کے ساتھ سر نکارہ بتا ہے اشنان کی صلاحیت میں برکت
دے۔ کیونکہ کوئی درگ و رج کو جس طرح انہوں نے بچانا ہے
انہی کا حرم ہے۔

نظم ایک ہے گرانٹ داد دنک غائب نمبر کے لئے موزوں،
شارمنے طبع کافی فری صاحبت اور سلیقے کے ساتھ استعمال
کیا ہے۔

ادارہ تحریک کے بینق جانب محمد سیدی کے علم سے غالب
کی نازیں تصنیف "توستین"، "کافر جو خا مسکل پیر ہے۔
خلاف یہ کہ " غالب نبر" پر آئندہ کامیاب ہے اور ہم اسپر
ادارہ تحریک کو بارک بار پیش کرنے میں،

اپنے محل کے خلاف تفصیلی تصریح سے ہم اسے گزین
کرتے ہیں کہ باستہ بہت لمبی بوجائے گی۔ غالب کا مطالعہ کسی
ذمہ دہی میں ہم نے بھی کیا ہے اور اسکی درشنی میں ہمیں بعض مقام
ٹکڑوں کی چند اڑار سے خلاف ہی ہے مگر ضروری ہے ہمیں کہہ
اختلاف قابل ذکر ہی ہو اور یہ بھی ضروری ہمیں کہہ مختلف نیمسٹا
یہ ہماری ہی راستہ درست ہو۔

اس نبر کی خوبی ایک روپیہ کمی کی ہے تحریک کا سالانہ چندہ
ہے چار روپے۔ فر پر پچھے آئے۔ مراست کا پتہ۔ دفتر
ماہماہ تحریک م۔ انصاری، بارکیث۔ در باغیں بولی۔

کہہ زم کی دسیس کاری، عرفت اور سخیزگری سے باخبر ہے
کے لئے تحریک کا مشتعل مطاعمہ ہے اچھا زریعہ ہے ہم اسکے
غیر داری کی سفارش کرتے ہیں۔

گفتگو: اوجان الارض جانب محمد سیدی کا بودہ کام
صفوات ۱۹۷۰ء کا فذ سعید، کیہاتی چھاٹی پتہ ہے
قیمت درود ہے۔

ناشر، کتبہ تحریک، م۔ انصاری اور کیت دیا گئے۔ دہلی۔
محمد سیدی خا میں کچھ زیادہ سہرت نہیں، کھکھ، اس کے قیں سبب
ہیں پہلا یہ کہ ان کے پاس گلا نہیں، سامنہ تو از زم نہیں، عالمی

ہم نے کتاب کا مقدوم مقامات سے نظر فائزہ دیکھا، یہ محض کو کے
خوشی ہر لی کہ زراعت نے عوق بڑی میں کی ہیں کی، ان کے حد
و تجہ میں اور نقل نہ اسی بیان کافی حاضر ما حقیقی کا ثبوت دیا گیا ہے
کہیں بھی بعض تراجم نظر ثانی کے محتاج نظر آئے، خلاصہ
پر ہادی این محکم کی وجہ ای ان نظوروں میں لیکن ہے۔

"امام بخاری حضرت علیؓ کی اوپر والی روایت کو صحیح اور ستر
ہیں ہائے۔"

اس سے اپل علم کے لئے تو کسی استثنیاہ کا خوفہ نہیں تکین عالمؓ
غلط ناٹھ بھی لے سکتے ہیں کہ امام بخاری نے خود حضرت علیؓ کو کو
اس روایت کے بارے میں ناقابل اعتماد قرار دیا ہے جبکہ ان کو
متن میں آیا ہے یا ناقابل اپنے خلاف مشایعی ہے اور فاسد بھی
مخدود پاکیت حدیث کا نہ چسپے۔
عن علم سے بڑھ کر مسئلہ اور کم در میں کے ساتھ ایک علقت در کو
بیروت بنا دیجئے ای کسی کو ہیں دیکھا۔
اس تجھے کی اصلاح کرنی چاہیے۔

حاصل تصور ہے کہ فدا السنة بندگان اسلام کی زیادہ سے
زیادہ حوصلہ افزائی کی سختی ہے تاکہ موافقیتی حقیقت بھی دوقہ
شون کے ساتھ مرتب کر سکیں۔

تحریک کا غالب نمبر

ادی کا نامہ تحریک ایک
بلند پایہ پڑھ ہے جسکے
دریچاہ گوپال شل نہ دستان کے حروف صاحب تلمیز اس پڑھ
کو ہم اسلامی خصوصی اہمیت دیتے ہیں کہ یہ کسی نہیں کے بھی اور ہر کوئی
رہتا ہے اور اس کے فاعل دیر حضور دادیا ہمیں بلکہ علی، جمالیعت
کہہ زم کے خلاف اور منصافت جیوریت کے داعی و نقیب ہیں اور
غالب نبر کا فو صہرا جھوٹ یعنی آیا تھا۔ بار جو کاشش کے
جلد مطالعہ کا مرقدہ مل سکا۔ اب کئی نہ بہادر اس کی قویت آئی ہے
سفاریں تقریباً سبھی محمدی ہیں نکر انگریز، ول چسپ اور جریئہ،
لندن کی گھنکاریوں سے مرتین، شخص صادقی صاحب اور عہد اور دھڑک
کے مذاہیں ایک اور اسکی معلومات کا قیمتی خزانہ ہیں وہرے
معتمدین صیحی میباری اور لمحہ پر ہیں۔ گوپال شل کا مقابلہ غالب
ادسوٹ محقق، اگرچہ صرف ہیں صفات کا ہے میکن سرکاری

مفہوم کا لفظ ہے۔ کہنا یوں چاہئے تھا: تلاز من بڑی ہیں
ستھدی سے خودت انجام دے رہے تھے۔

حت پر۔ کتاب کے درمیے میرون نے تاک بھروسہ عائی
اگر یہ کتابت کی غلطی نہیں ہے تو مجسٹر ناک بھوسہ عائی۔
استھان کرنا چاہئے۔

حت پر۔ سلمی بازی کی وسیعیت پر کافی بتایا ہوئی۔
”بازی“ کی جگہ ”کھلی“ کا محل تھا۔ ”بازی“ یوں تو یاد پاپڑ
کھلی ہی کے مفہوم یہ بولا جاتا ہے لیکن جب تاش پر برخ کھلیا
جاتا ہو تو ”بازی“ کا مفہوم محدود ہو جاتا ہے اور ایک ہی
نشست کا کھلی مقدمہ بازیوں میں مقصود ہو جاتا ہے۔
سلی کسی ایک بازی درمیں ہی نہیں ہارہی تھی بلکہ پر کھلی ہی
مسلسل اس کے خلاف پڑھ رہا تھا۔

حت پر۔ پھر یہ کمی تسلیم ہے۔ یہ کیسا انکھا انظام ہے۔
کیا کوئی دن ایسا بھی آیا جیسا مدد یہ تسلی ٹوٹ گیا ہو جیسے
ماں بو کر کسی دن سورج نہ بخالا یا پھر کسی وقت بدش نہ ہو۔ یا

پھر یہ ایک بھلی۔ کبھی بھی تو اس نہیں ہوا۔

کسی وقت ہیاں بد اہم تکمیل کی چوکر ہے۔

مشکل پر۔ اور اگر دوں اداس پر تو سب کچھ یہ بایہ بے سیکار
سالگتھا ہے۔ تبے بایہ۔ اکھڑا ہے۔ یہ معرفت لا جات
کا محل بنا۔

صل پر۔ دل پر ایک گہرا وجہ سا محسوس ہوتا ہے۔

”بوج“ بھاری اور بلکہ ہو تا اسے گہرا یا سطحی نہیں۔

وہ پر۔ کلا کر فی کامنہ کھارہ گہا انکھیں جرت ہو پوٹ پڑیں۔
انکھوں کا تھپٹ پڑتا، انبالی خونزدگی کے عالم میں تو قریں تیک
ہے۔ لیکن یہاں ”جیرت سے پھیل گئی“ کہتا نصیح ہوتا خون کا
کول مر جاتی ہیں تھا۔

صل پر۔ دل گیلانہ میں پر کسی آدمی کے پیروں کے نشان نظر آئے
جیفیں اول تو میں نے ہم میں سے خود کسی آدمی کے فٹ نات بھکر
نظر انہا ذکر رہا۔

یہاں انہوں نے مطلب میں پھٹکی نہیں، بات یوں کہی چاہئے تھی۔
”گیل زین پر انسانی قدر میں کے نشان نظر کے جیفیں شروع میں تو

مکمل۔ یا چھوڑ کے بھی مخفہ سے ہر تیس اس کی تحقیقت کو پہلے
ہے پور کیا جانا لازم تھا۔

تمیرے یہ کہ بیشتر رکھی کرداروں کو انہوں نے کسی منزل پر
چھوڑنے کی بجائے راستے کی میں چھوڑ دیا ہے خود صاحبانہ
بھروسہ کے بارے میں ان کی لاپرواں ای تو قلم کی حدود میں داخل
ہو گئی ہے۔ ایسا خوبصورت کردار احمد اس طرح آؤ صریح چھوڑ دیا
جاسے! اس خلا کے اعتبار سے ہم ان کے ناد کو ایک طویل
ازاد کھلی گئے تاول نہیں۔

جو تھے کہ ان کی نظر ہاتھی خرپندی کہیں کہیں حد سے بخارز
ہر گھنی سے حکایتی تھی ہے کہ اسلام تھیجے ہی گیا ہے اور وہ ادھی
پیچ نئے پیشناہ چھل کے شکار کے بارے میں اپنے مرکزی
کردار کا جو طریقہ انہوں نے پیش کیا ہے وہ مہدومنت کے اس
تسلیک کے قبل ہے جس میں ہر طرح کی ”جو ہیسا“ پاپ
ہے۔ حالانکہ ہر اسلام ”قریانی“ کو عبادت بناتا ہو اور حلال
جانوروں کے شکار کے بارے میں ہر یعنی زیادت کو قابلِ حماۃ
ہے اتنا ہوہہ مذکورہ طرز نکار کا کہاں سمجھ پہنچا۔ ان فتحی پہلووں
کے ملا ہوں ان کی خلائق میں زبان و بیان کے بھی کچھ جھوٹ ہیں۔
قیمتی موڑیوں کی ماں میں اگر چند بے آب هوئی بھی نظر آتے تو ہیں
ذاتے خوبصورت نہیں کیا جا سکتا۔

صل پر۔ اس نے سیٹ کی پشت پر سر دکھدا یا اور انکھیں
بند کر لیں چیزیں تو تھی طریقہ اس نے پھر کسی بند نہ کیا اور وہ
”کریا“ کریا۔

”موقتی“ کا لفظ یہاں ”بیر جس“ ہے دیسا تو نہیں کہا تی
کے تک نہ وہی کا موقتی بند یا جو۔

مشکل پر۔ حل نہیں، خوبصورت منظر اور بیٹھے پائی نہ آج
سلی کے کوں سے ساری کو درست دو کروی۔

کو درست یہاں یہ محل استھان ہوا ہے۔
مشکل پر مشکل کے لازم پڑی ہیاً ستدی سے سر بر ایسیں
معروف تھے۔

”سر بر ایسی“ کا لفظ ہے مرتے ہے سر وس کی تھی چوں مستعدی
ہے جو اسے ”سر بر ایسی“ نہیں کہہ سکتے۔ یہ نسبتاً اپنے

ایکیدن کوئی شاپنگ کار تخلیق نہیں اور ادب کو دے سکیں گے۔ پہلی نظر تخلیق کو سراہنے کے باوجود شاپنگ کار کہنا مشکل ہے کیونکہ اس میں بعفیں ایسے خاصیات اور سلسلہ میں ہیں جو اسے ایک صیاری اور کامیور کر دیتے ہیں اسی وجہ سے خوش ہم ان کی نشاندہی کرنے میں ہیں۔

ایک یہ کہ ان کافن اپنی اپنی کے پہلے چھٹاں حصر میں جوان نظر رکھتے ہیں لیکن پھر وہ کھلا تباہا جوں ہوتا ہے اور قدر تکھیرتے اس درج غائب آئی پہلی جاتی ہے کہ قن کے تقاضے دب جاتے ہیں۔ معتقد کہ ابھار نے میں نکوں نے انسانوں کا دامن باتھے چھڑ دیا ہے اور بعض مکاٹے۔ فی نفس پر یہ تو کاد اور اثر انگریز ہونے کے باوجود مکاٹے کی بجائے قدر بن گئے ہیں۔

وہ برسے یہ کہ پہلے بیج میں جس سلیقہ کے ساتھ انہوں نے کردار میں کام کے پڑھایا ہے وہ سلیقہ آگچل کر جذبے پر اور جوش کا سٹکار ہو گیا ہے وہ کردار میں کے عنوان خدا آگے بڑھ جاتے ہیں اور صاف طریقے سوس ہونے لگتا ہے کہ کردار کہیں پیچھے وہ گئے اور اب خود معتقد ان کے مقام پر کھلے جو کوئا چیز کی تبلیغ کر رہے ہیں مثلاً صفوہ ہے میں تک پڑھیتے۔ کلام کو جی کا پیارا کرو اس کے لگزاد میں ملچھے سے کھلا دیجیا میکن پھر صفوہ سے فیکوں کی چلک پر شور آؤ از میں بدلتی گھومنگی اس کا خرکار یہ خیالِ علم پارہ پارہ ہو جائے گا جب مخاہیں اس نظر سے پڑھنگیں گے۔

”سیرادی ان نادان انسانوں کی اس بے معنی اور

بے معنا عقی پر دکھاتے ہے۔“

کلام کیتھی ہی ناجیل ہو سکیں ”بے معنا عقی“ جیسے خلا کا درن احساسات کی اس نہ اکت پر بھاری پھر جن کو جرتا ہے جسے کلام کی دلپت پر تختیت کے ذریعہ معتقد نے تاریخ کا مذاکرہ کیا ہے اسی طرح مکاٹے سے متلاک کو ملائے تاہل نظر ہی۔ سری دسترا کتنے بھی عالم فاضل ہوں میکن زاکر جمالی کے قلق سے انہوں نے جو گھر انشا بیان کی ہیں وہ ان جیسے ادھیکن دیاں سے شیپ ریکارڈ جیسی ہیں۔ یہ جمال بیسیں کے منہ سے تو جنہیں

بے نادی پر تبصرے کی طلب چڑھنی ارادہ ہے جب معتقد قیچ دنکر انگریز مقدار پڑھاتا بات سمجھیں گئی۔ کتاب کواری سے آخر تک پڑھتے کے بعد ہیں یہ منفصلہ یتے ہوئے صرف ہر ہی ہے کہ معتقد کی کوشش لائق داد ہے انہوں نے بلند پانیزہ موضع پر دلکش اور لائق سطہ اور چیز پیش کی ہے موقوعہ یہ بچک مختلف طبع زاد نکاروں اور نکرنا میں اسی دادی ہوئی موجودہ دنیا کے لئے اسلام کے سوا کوئی راد بحثات نہیں۔ اسلام ہی ہے جو سلامتی، امن اور فلاح، حافظت سے ہمکنداز کر سکتا ہے در نہ یہ دنیا سمی طرح خوف، انارکی، اضطراب اور گندگی کی گھاٹیں میں بچتائی رہے گی۔

”اسلام پسند اداب“ احمدی بغل پرش خوار ہے اس کے لیے بھروس خال حال ہی ایسے مشہد پارے ملتے ہیں جو فن اور معتقد کے حسین استزاج کا اعلیٰ نمونہ پیش کر سکے ہوں۔ ہماری ناقص راستے میں یہ نام رفیقی کا پیارا اسلام پسند اداب کے لیے بھروس اقیادی ہیز ہے۔ ان کا حلم بھاہا ہوا ہے۔ الشاہ میں رچاہ سے پہنچ کی دل آوری دعائی ہے ایسا گداز ہے جو حس اس دلوں کو ہوم کر سکتا ہے کم از کم ہماری آنکھیں تو ان مقامات پر بھیگ ہی گئیں جہاں انہوں نے تراجم کو پڑھے سلیقے کو استعمال کیا ہے وہ جاذبات کی عکاسی، خیالات کی صورت گردی اور احوال کی تصور برکشی سے پہنچ لکھتے ہیں۔ ان کو دن بھر کیسی کہیں تو ادبِ بطیف اور مشورہ شاہوی کا مزاد سے گئی ہے کروار سازی انسان دنادیں کے اہم اجزاء میں سے بے اس میں بھی وہ خاصی کیا میاپ رہے۔ ان سکھیا نے ہوئے کرد محتوى اعتماد سے کافی خیبو روت اور پرکشش ہیں تاریخ شروع ہی سے ان میں دچپسی گھومنگی کرنے لگتا ہے۔

میکن ان تمام حسن نظارہ ہی ہوئے حکما انکی سلامت نکرتے تھا تو کیا۔ ان کا زادوی نگاہ بڑا ماسیب اور جھاتا ہے انہوں نے کائنات، انسان، اخلاقی اقدار، اور نہدیب تو کی پر جو بھی تبصرے کئے ہیں جانہ ارادہ حقیقت افراد ہیں۔

منظر پر کان کی کھبڑیا کیڑوں کی پھر من ایک اچھا صاف ہو اس اگر اسمد رکھے اپنی کوششیں جاری رکھیں تو قوت سے کراکی

نہ پوچھا اہ کہمہ ان بازوں دل کی در اٹی وہ کبھی نہ جن پر کھلی زلف منکر تری ہے
ہنسیں کہوں تھے دیر انگان شوق ان پرہ حدد ہوش میں تر جنکو جسخیزی تھی

بیوچ شیشید کے کھنکنے کا صدا آتی ہے
کتنے بھوے چوئے فم جھیں دہرائی ہے

صین یادوں کی لوچی حادہ، جوان یادوں کے چاندُ حادو
پھلت شبِ نیت سکے گل فقط چراخوں کی راشنی سے

ہم نے تندُ خود کو پہچانا آرزو کی شکست پہم سے

یہ حادث کی کڑی دھوپ سر راہِ حیات
اپنا زلپیں مرے شاؤں پر بکھر جائے دو

کوہ کو کھنی مٹو کریں کھا کر اپنا بربار یادوں تک آپنے
زندگی ہم نے بھسیں میں سوت کی وادیوں تک آپنے
ان نموفوں سے ان کی شاون صلاحیتوں کا اندازہ
مکمل نہیں ہے۔ یہے داغ دھیے کہاں نہیں ہوئے ان
کے پہاں بھی ہیں۔

سریزہ اور میں تخلیق کے تابندہ نقش
پا بجولاس ہیں اگر آج توکلِ اجریں گے
پا غلبہ خال کا جھانورہ نہیں۔ "نقش" کا پا بجولوں ہونا
بے جوڑ سی بات ہے پھر اس کے مقابلہ میں "اجھتے" کا
ذکر بھی خلافِ فحاحت ہے۔ اجھریں گے تو اس وقت
مناسبہ ہوتا جب پہلے "دینے" کا ذکر ہو چکا ہوتا۔
"پا بجولاس" اپنے مقابلوں میں رہائی و آزادی ہیسے افلازل کا
طالبِ فحافت۔

نہ دہ دہ سراٹھانے کو ہے بستاپِ ابھی
ذرے ذرے کھنکنے کا تاج محلِ اجریں گے
شوکا مظہریں تو غاہر ہے لیکن اس کا بیان صحیح طور پر نہیں ہو سکا
وہ مانصر عزیز مظہر دیتا ہے کہ ایک ایک نرے سے

شبہت کا پڑا رسیدِ آج کل مشادرے ہیں "بے گھے" کے
شاونوں کے سنتے اب کوئی مقام نہیں۔ دو سرای کے ان کا اندازہ
کلامِ اور اد بچا ہے وہ خیاالت کو ملی لب، بوجہ میں پیش کرنے
کے خادی ہیں۔ یہ خادت خواص سینیتِ جنتی خوشگوار ہے عموم
کے لئے اتنی ہی تغیرت کی پہنچ سمجھی ہے تیرسا یہ کہ
ان کی شادی میں مقدمتیت ہے ان کے بیشتر اشارے ایک خاص
ڈینی رجحان اور متعینہ، سماں کے آئینہ در چوتے ہیں۔ یہ
سماں ہے کیون زم کی تردید و تضییع کیون نہیں جانتا کہ جمل
چوالوں میں خصوصاً اس طبقیت پسند حلقوں میں ہونا کہم زم اور
اس کے مخالف ایکریز فرے بطور نیشن رائج ہو گئے ہیں۔ اس نیشن
سے جوش اور مطابقت کر لیجادہ تو جیات کا مرکز بننے گا جو مطابقت
نہیں کر لیجادہ رجوبت پتند کہلا لیکا اور عام طور پر اسے نظر انداز
کر دیا جائے گا۔

یہ اسیاں ہیں پہار کی نظر میں ان کی تدبیتِ شبہت و
میقتوں کی تکمیلِ حقیقت یہ ہے کہ وہ علم و من کے اعتبار سے
جو ان شاونوں میں ایک قائمہ بیشیت کے حامل نظر آتے ہیں
اور ان کے کلام میں ایسا وقار، شکوہ اور چاؤ پایا جاتا ہے کہ
جو ان شاون سے اسکی توفیق کمی پر ہو سکتی ہے گفتہ ان کے
اشعار کا وہ تفعیل جو ہے اس میں تکمیل فریں تقطیعات بھی کچھ ہیں
چنان اشعار بخوبی نہ کہ لاحظہ ہوں۔

عونی ساز شرابِ حیات جام زہرا جلد یا ہمسکو
خچھیں جان اس تحدی کی جس ندن نے دس سیاہ سکو

اے شبِ زندگی کی تباہی سے کج داغ لکھ
ہم نے خود بچ کے کرو یاریشن کتنے بچتے ہو جا غول کو

دن زا صلیب در چوپیں پیلی گئے شام کے سلیجے
آہمازوں پر اداسی کے پھر سے ہمراۓ
کو ہماروں کا سکت اذلی جاگ، اٹھا
آہشادوں نے خوشی کے مناسے دہراۓ

انھیں زیادہ احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ حاصل تجھہ رکھ کر اسلام پسندار ہے یہ کتاب ایسا کیک استیازی شان کی طالب ہو اپنی ذوق کو اسرار کے مطابع سے محروم نہ رہا چاہئے قیمت ناشر لے دل کھوں کر رکھی ہے۔ بازار کے عام میدان کے خاتا سے پونے و درد، پے مناسب رہتے ہیں معتقد کتابوں کو لے لتا سستا بونا جا ہے۔ کتابت دعا دعا تر پر بھی آمندہ زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

کتاب و شیعات

ایم۔ اے۔

ناشر:

آئل انڈیا سلم ایجوکیشنل کالفنس علی گڑھ۔

* پھر نئے سائز کے ۲۰۰ صفحات۔ قیمت درج نہیں۔ ماہنامہ "برہان" کے دریں اسلام پر نویرشی علی گڑھ کے شیعہ دینیات کے سر برہان جناب مولانا سمیع احمد البراءی ملک کی معرفت شخصیتوں میں سے ہیں اب کاظم اعظم علی دینی حقوقوں میں تقدیر کا حصہ نہیں۔ یہ کتاب اپنے نئے پورنوں میں طلباء کیتھے تائیف فرمائی ہے اور علی گڑھ صوبہ نویرشی نے اسے بی۔ اے۔ بی کام اور بی ایس سی کے استھانی نصائح میں داخل کیا گیا ہے۔

کتاب، پھر، سلوب، مطالب اور دریافت کے مقابلہ کو "اپ نو دیٹ" شکم کی ہے۔ دریافت اور دریافت کی ذوق کو مخالف تریڑے سدیقہ سے استھان کیا ہے اور اپنی اس کوشش میں وہ خاصے کا میاپ رہے ہیں کہ ایمان بالذیک کے عبور تو جیسے تدریجی مکمل ہو نکر شورے تربیت یا جائے۔ مواد کے اعتبار سے یہ دھصول پر تقسیم ہے پہلی حصہ میں مقام سے بحث کیا گئی ہے۔ تو حیدر، رسالت، حی، کتب سماوی، حل و فصل اور آخرت، درسے جسیں زندگی کے پذیراً مسائل کے اسلامی حل کو اعلانی نظام، معاشری نظام، اقتصادی نظام اور وہ خالی نظام کی تقدیم کی گئی ہے۔ مذکور کے پیش نظر احکام اور عقوبی مسائل کا ذکر دیا ہے اسی سے وہ علیز فضل پر اسلام کفر ایں کے انداختاکی کوشش سے بے عمل رہے ہیں۔ اگر کہیں احکام کا ذکر کرایا ہے تو بعض

میں اکٹھنا پڑے ہی ساختیوں میں سے کسی کے بھرپور انتہا کر دیا۔ کامیش پر۔ تکینہ نہ اس کی آنکھوں میں باکھلوں کی ہی گیفیت موجود تھی اور اس سکی جو رکت سے اس خیال کی تقدیم ہوتی تھی: یہ ایسے مقام پر کہا گیا ہے جیاں شخص مذکور کے کسی خاص فعل و رکت کا کوئی نہیں بلکہ عالم اور اور چھرے کی گیفیات کا نہ کرہے ہے۔ ایسی صورت میں "رکت" کے عوض "اٹور" یا "غلغ" ملے۔ لکھتا چاہئے تھا۔

مشکل پرست کس نے اپنی بندہ عدم سے دھو میں لا لایا۔ یہ تذابت کی گردی میں علم ہوتی ہے شاید کون کا کس نے بڑی گلہ۔

مشکل پرست یہ عذرہ دادا میں؟ "مشکلے ادا دا میں"۔ مشکل پرست میں نے اپنی اس بے کلی اور بے کافی کے راز کو بھی پالا جو رکتے دل بیہم گھر کر گیا تھا۔ کون گھر کر گیا تھا؟ سرداز!۔ مگر راز کا گھر کر جانا تو ہم باتیں پڑھ پرست آج پرستگی، فناشی اور جنسی آورگی اس تہذیب کا طریقہ استیاز بن کر رہ گئے؟

سرہ گئی، کو خالیہ کا تب صاحب نئے صراحت بہاس پہناد یا یہ سکتے اپنے مقام اُگ سلاہی دنیا کو اپنی پیش میں لے لیں اور دنیا میں اسی اُگ کا راج پو گا۔

یہ سلوب آتش پرستوں کے اختیار کریکا ہے جن کی کو درہ مانی نہ اُگ جیسا تاریخے میں تقدیس کی جگہ، سمجھی ہے لیکن مسلمان کیلئے۔ بلکہ کسی محی مسیح الہائیت کے تھے اُگ تو خطرے اور خوف اور عذاب کا مظہر ہے جو کہ تقدیس اور پشارت کا۔ غوش جزیری کے محل میں اسے بطور استعداد استھان کی اندر تھاتی کا محتاج پہنچ پری کتاب میں تین صفات پر ترقی آیات کے ترجمے استھان ہے۔ ہیں۔ وہ جگہ سودہ بقر سے اور تیری جگہ المخفقون سے۔ تکینہ والہ صرف مقام لالہ پر دیا گیا ہے یا تی دو کوں مقامات پر بھی حوالے دیتے یہے جاہیں تھے اس طرح کے محوی تقاضوں قابلِ تھاونہ ہوتے اگر بد ناہزیں مسوی پرستے کے ماضی تھم ہوئے وہ بہت اچھا لکھتے میں اسکے

کر سکتے ہیں۔ بلکہ انہیاً کے ساتھ پر اچانی دیکھنے کے لئے اسی میں ہیں۔ اسی میں ہے سکون ایسے استغفار و افرار کو معین و شخص طور پر پیغیر تسلیم کر دینا جس کے پیغیر تو یعنی معتبر طب شہادت موجود ہو۔ تکلیف مالا بیانیق رہے ہیں جو نامہ کم اور مصروف نہ ہیا۔ وہ رکھتی ہے۔ مجدد یہ بات کہ اس کی تعلیمات میں توحید اور تقدیق انہیا، کا عنصر بھی ملتا ہے کافی شہادت نہیں۔ کوئی شخصیتیں اسی گذری ہیں۔ جنکا تمہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہے اس لئے۔ مکن یہ نہیں کہ میغیر ہوں بلکہ ان کی تعلیمات میں توحید اور تقدیق اپنے انبیاء کا عنصر موجود ہے اور صرف گروہ انسخنگ میغیر بھی ملتے ہیں تو کیا ہیں ان کی پیغیری تسلیم کر دیتی چاہئے؟ دراصل توحید اور تقدیق انہیا اور کافی قیمتی جو کہ تمام ہی انہیا کی ایں دعوت رہا ہے اس لئے دو گ بھی اسے اپنی تعلیمات میں شامل کئے بیغیر نہیں رہے ہیں جو بیغیر نہیں تھے مگر وہ حادثات و اخلاقیات کے میدان می انہوں نے سسر برائی کی کوششیں کی تھیں، یا انکے ہوئے حادثے کی اصلاح کا جو دعا علیہں قائم کر دیا تھا۔

(۲۳) ملکہ کے بارے میں اگرچہ عمومی نظر اس کتاب کا ہی ہے کہ وہ خدا کی ایک مستقل مخلوق ہیں مجدد نہیں بیغیر مبتلا پر یقین

”بس ہی کارکن تقدیل خدا یا خدا و اتفاقات کے بغیر اور اس اور اس میں دیکھو“ ہب کی زبان میں فرماتے ہیں۔

ایسے دیکھو ایام پر مشتمل ہے جس سے مزی قیمت اور بیت کے لئے ذہن کو اصل عقیدت سے فرار کرنا۔ مگر مکن کے معلوم نہیں کہ ہمارے مذکورے میں ایسے مظکوریں اور مصلحین بھی گذرے ہیں جوہل میں مادی طرز مکمل کی میان امیر حادثت میں ہا کہ کوئی مستقل مخلوق کی وجہ سے مخفی خاتمہ کردہ مجدد اور کامیک سی نامشکر کی ہے جو اور دوسرے میں کتاب پڑھانی جادی ہے خود اسی کے یادی اول کی تعلیمات اس پر ہے جس اسی تسلیم کی ہے۔ پس اسی مخفی قیمتی کا خاطر پور کھڑے موجود ہے ماسب ہر کام اگر اٹھائیں ہیں جس اس نظرے کا گراہ کرنے ایام دو کر دیا جائے۔

خدا اور تقدیل۔ بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ایمان میں ایک طرح کافی کارکنی اور جتنی تقدیل کرنے میں یہ کتاب مخصوص افرادیت رکھتی ہے اور دینیات کے لئے بچریں اسے ایک تابیل نہ اضا کہا جاسکتا ہے۔

چند پہلو ہیں تابیل لفظ کو جو مکارے ہیں جنکا خلاصہ ہے۔ (۱) ایمانہات کے شعبہ میں بعد سب کچھ ہے مگر ”تقدیر“ کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ بھیں کہ بیانی مخالفت کے اس ایمانہت میں ایک کوئی خلاف مذکور ہے اسی لئے مکن کے میغیر ہوں بلکہ مصلحت اسے تقدیل انداد کر دیا گیا ہے حقیقت جو کچھ ہی ہے مردمت یہ سے دیباہ جانتے ہیں کہ ایمان بالقدیر اور اس کا عضو ہے جس کے لئے بیان دیں اسلام ہی سرے سے بیغیر نہیں کوئی شک نہیں کہ ”تقدیر“ کے سنتے کو عقل و ادراک کے پیغایتے سے اپنا مکن نہیں ہے بلکہ یہ ضرور مکن سمجھ کر اسکی درستیت کو دل نہیں آندازیں فہم دشوار سے تربیت کر دیا جائے ہمارا خیال ہے کہ ایمان بالقدیر کو تقدیل انداد کر کے مذکور نے کتاب میں ایک واضع خلاصہ چڑھا دیا ہے۔

(۲۴) جن ایمانیہات و مدل کے بارے میں ہمارے پاس علم کے متر نہ رائج موجود نہیں ہیں ان کی بیان کا طریقہ افسوس بتاتے یا ہے مگر ہمارے اتفاق نہیں کر سکتے۔ ہمارے علم کی حد تک امت کے علماء و محققین کا تیصدیل یہ ہے کہ اس باب میں کوئی حقیر رائے تمام نہیں کی جاسکتی۔ جن ہستیوں کا بیغیر ہوتا تابیل ایمانہات زمانے سے مسلم نہیں ہوا ان کے متعلق سکوت اور بیغیر جانبداری ہجات کا وہی اول ہے کہ کوئی خاطر مذکور کا خیال ہے پسچاک اگر کوئی قوم اپنے کسی ہر کوئی کبیزی کی جیشیت ویقی ہے اور اس کی تعلیمات میں توحید اور ایسا کے ساتھ کی تقدیل کا سڑاک ہے تو اسے بیغیر مان لینا دو صرف مشمول ہے بلکہ تکمیل ایمان کے لئے لازم دھڑکی ہے۔

ہمارے ہماری تلفیزیو پر اگر کم پوری سی دیا وہ ہر سلف میں سے کافی بھی اس کا تھا کی نہیں۔ تکمیل ایمان تو کجا اس سے تحریب ایمان کی راہ پر ہو دیتی ہے اور مفہوم پرست عناصر سے یہ آسانی وحدت ایمان کے حق میں استعمال

باب الصحت

سیگم علیم نہ بیری راموہہ

کو دیکھ کے جسم میں جانداری اور قوت پیدا کرنی ہی ہے جانداری اور قوت ستم اور پامدار ہوتی ہے اگرچہ دیہی پیدا ہوتی ہے خون میں کمی میں خدا مقداری۔ مولود خون اور زادہ ستم ہوتی چاہئے۔ یکری کے چوچا چڑہ مفرغ کا گذشت کچا یا نیم برثت اور زادہ ہونہ چہلی۔ دوسرے گھنی نہیں۔ کھاریں ٹھاٹر چندروں سیب اگھو دیہوہ مولود خون اشیاء میں۔ حجڑا (لیچی) کچک کردہ تک میٹھ آگب پر رکھ کر اس کارس محلل لیٹھے کے بوہیں نہن ٹھاٹر ٹھاٹا۔ موگی یا سٹکرڑہ کارس ٹھاکر روندہ پینے سے خون کی چلہ دو جو جاتی ہے اگر میکری کمزوری ہو خون کی کھاکی شکایت میں ستم سما کر دو چوچک کم سہی ہوتی ہو محالی خدا میں صدہ پر باریں جاتی ہو تھی۔ یہ خدا کمال چاہئے جو سقدار میں قیل پر نیکن خدا میت کے لامائے زبانہ شاخ چونہ مرغ۔ شیرز بیڑ کا شیر بیڑ۔ چھلی۔ نیم برثت (پات روائل) زندگی بیڈ مرغ۔ چھوٹیں کے روس۔ دواہ جادوں سنبال الطیب دار حیث فولاد سادہ کا استھان مفید چے ہے دوائیں سخوی ہیں محرک ہیں ہیں۔ دو دوں دو اٹھیں مکڑا میں دوچہ کا ٹانک بن جاتا ہے دواؤں کے متعلق تعقیل کر جانتے اور خراب خستہ صحت کو صورت نے کے لئے "جواند شیخاب" روانہ امراء میں کے متعلق شاستہ اور پہاڑت کا رائد کہا ہے۔ شسوں امراء میں اور پکوں کی صحت کے متعلق کتاب "انیں خاتین" ہے دواؤں کیں میں بفت نہیں بیر بیڑ بیچی جاتی ہیں دش پیٹھے گھوں دنیا پڑتا ہے اک کا کاٹھ کھکڑا ٹکڑا لیٹھے پتھر یہ کامل ہے۔

سیگم حکم محمد علیم نہ بیری۔ امرہ ہہ (بامپ)

عجیب کمزوری، نفع کرنے کے لئے، ماغی سکون و خیالات کی پاکیزگی کی بے حد ضرورت ہے ہر ہضم کے جذبات پر کمزور ہوتا چاہئے۔ مرض کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ داپتی کمزوری کے متعلق برداشت سوچ بچاہی دکرے۔ بخشی خیالات بند کے میں اس برداشت تک بچاہد ہے جب تک اعصاب قریب ہو جائیں اگر کمزوری بیرونی تھیں پھر جزوی میں پھیلا چکے اور بروات میں بے طلاقی ٹھوہیں ہوتی برا کام کاچ کے حشت اور گھر بہت ہوئے مگر یہ بہت ایسے حالات میں ہر طرح سے اپنی جاہلی خیالات کو محدود کر دے سکتا ہے تاکہ خیالات کا کم سے کم خرچ ہو اس طرح خیالات کے تمام اخراج مٹانا تو چلتا نہ ہو لتا۔ تا تو سوچنا، بیرونی میں کر کے خیال کر صحت و جسم بتانے کے کام میں لا جایا جائے۔ خدا مقصود کی روز بیٹھ پر لے کے مانع سادہ ہوئی چاہئے خیالان صحت کے اصول پر ہٹنی سے عمل کرنا چاہئے۔ متاز ان غذا، چیل، قلقی، رونا اور دیانی سے خسل گھری نہیں زیادہ کرام، اور ماٹی سکون سے بہت جلد مصوب کمزوری دفعہ پر جاتی ہے۔

اگر کوئی ایس اسحق رکا ہو ہے جو روز بروج حجم کا کمزور نہ نہ لان بشارا ہے با جسم کی حالت باد جو خیالان صحت کے اصول پر عمل کرنے اور مفید تر اپنے ہے کار، لاس کے غرض پیٹھی بخت نہ اس دوا کا استھان میں مفروری پوچھتا ہے ایسے حالات میں جو دوا استھان کی جائے وہ مخفی ہوئی چاہئے محرک ہیں۔ محرک دواؤں کے استھان سے بدن میں پہنچنی اور جسم میں مفروری تو ٹانکی حسوں ہو لے گلتی ہے لیکن وہ خدا بیڑت مٹا دیز بھکت خانم پہنچ دیتے جب ان کا وہ عمل چوتا ہے تو بیڑ کی حملت پیٹھ سے بدتر ہو جاتی ہے۔ محرک برکات اعصاب اور عجلات میں خوب اور بیجان برپا کرتے ہیں لیکن مفروری دوائیں نامنفافیں

آپ کیسے گے کہ اس طرح کالنووال کوئی دیوار نہیں کر سکتے ہے۔ ہم عرض کریں گے کہ خود آپ کا سوال بھی اس سے کم درجہ کی دیواریں کا پیدا کر دے ہیں۔ غور کیجئے نماز کو اسلام میں کس درجہ اہمیت ہے۔ پھر جماعت کو کس قدر ضروری قرار دیا گی۔ کیا نماز با جماعت کی معلوم و معروف اہمیت عظمت کا ہلا تقاضا نہیں ہے کہ اس کا امام صیرت و کرد اسکی اعتبار سے اس دین کا زیادہ سے زیادہ دفادر اپنے جس کو برحق تسلیم کرنے کے لیے چیزیں یہ جماعت قائم کی جا رہی ہے۔ بہت زیادہ دفادر انہوں نے تبلیغی یہ تو صروری حقیقی سلم تقضیہ کرے گی کہ اس دین کا نافرمان اور حکم بندوں نافوضی کی نہیں ہوتا چاہیے۔ آخر کو نسا حاکم یہ پڑ کرے گا کسی اہمیت کام کی انجام دہی کے لئے وہ شخص کو سرمایہ اور افسوس اور بھیج رہا ہے وہ مصروف یہ کہ اس کا حصہ صریح دفادر نہ ہو بلکہ حکم ہوتا نافرمان اور سرکش بھی ہو۔

یہی افسوس کہ جو لوگ امام نماز کے دار حکیم پرورد کا شرعاً لگانا چاہتے ہیں۔ درا نما اسکرودہ دار حکیم کا سمنہ ہونا بھی جانتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کو یہ حق دینے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں کہ اپنے نازل فرودہ دین حق کے اہم ترین فریضے نماز کی امامت کے لئے وہ ایسے ہی شخص کو زیادہ موروز اور پسندیدہ قرار دیں جو ان کے احکام اور رسول اللہ کے اسوہ حسنہ کا زیادہ سے زیادہ شدائی ہو۔ اس کے بخلاف وہ چاہتے ہیں کہ شیدائی ہونا تو دکنار چ شخص سرکش و نافرمان ہو، بدلہ حکم عدوی کریے، ترک سنت کو فیشن اور ازاں شحسن کا باعث بھیجے اسے بھی اللہ تعالیٰ کی نظریں معززی ہوتا چاہئے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام وہ زیادتے گے واقف ہوں گے کہ اپنی زندگی کا بہترین حصہ قرآن و حدیث کی تعلیم و قیم میں صرف کرچکے ہیں وہاگر کبھی عرض کریں کہ رسول کے نزدیک نماز با جماعت کی امامت کے لئے زیادہ موروزوں وہی لوگ ہیں جو اللہ اور رسول صلی ہمایا ہے و الہما رشتھی رکھتے ہوں یا تم میں کھلے نافرمان نہ ہوں تو ان سے تاک بھوں چڑھلکے کہا جائے کہ داصاحب وہ۔ کیا دار حکیم

درجی منتخب کیسی ہے۔ اسی سلسلہ مثلاً یوپی اور بھارتی کی پیغمبر کی وردی مختلف نظر آئے گی۔ پھر اسی فرق کو مختلف ملکوں پر پھیلا لیجئے۔ لیکن اسلام جو نکسی حیود مقام کیتے ہیں اور اللہ کی حکومت سب حکم کیاں ہے اس سلسلے دار حکیم کا مستیازی نشان بھی ہر جگہ اور ہر زمانے کے مسلمان کے ضروری ہوا۔

پس ابی کو آپ ڈیوبنی سے خارج اوقات میں بادڑی بھی دیکھ سکتے ہیں، لیکن مسلمان کا معاملہ یہ ہے کہ اطاعت الہی کی ڈیوبنی سے اس کا ایک بھی لمحہ حیات فارغ ہیں ہے۔ وہ ہر آن ہر دم اللہ کا غلام اس کابینہ، اس کا بینہ، اس کا طابع فرمان اور اس کے دین کا مطیع ہے۔ اسلئے کوئی وقت ایسا نہ ہو گا جس میں اسے مستیازی نشان سے بڑی التمر قرار دیا جائے۔

جہاں تک مھوس آئیں کا تعلق ہے اللہ کے رسول نے اجازت دی ہے کہ ہر نیک و بد کے پیغمبر نماز ادا کر سکتے ہو۔ چنانچہ دار حکیم مونٹنے والے کے پیغمبر اگر آپ نے نماز پڑھ لی ہے تو کوئی فقیر یہ نہیں کہتا کہ یہ نماز نہیں ہوتی نماز پری آئینی تحریک یہ پڑھتی ہے۔ یوں گہے اللہ کے رسول نے تاجریوں کی پڑھاتی ہوئی نماز کا وجود تسلیم فرمائی ہے۔

لیکن کیا اسلامی تعلیمات سے واقع کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ تاجریوں کے پیغمبر نماز پڑھنا اسلام کو مطلوب ہے مرغوب بھی ہے۔ یقین یقیناً یہ اگر امداد اور زمانہ اور غلبہ ہاں نے مسلمانوں کی عنانوں کے ساتھ وہی سلوک رکھا ہے جو ہر تاجیخ مختار قوت دا افر کے ساتھ کرتا ہے تو یہ سوال تحریک سے پیدا ہی نہ ہوتا کہ امام کے لئے دار حکیم رکھنا کیوں ضروری ہے۔ آخر تکنیکی کا بھی کوئی صحیح الدلایل مانگ کے ذمہ میں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جس شخص کو حکومت وقت کی فوج کا سالار یا ائمی عدالت کا نجج یا کسی ملک کا سفیر بنائیج رہی ہے اس کے لئے کیوں ضروری ہے کہ وہ اپنی حکومت کے ان قوانین کی بھی پاسندی کرے جن کی پاسندی بہت ضروری قرار دہی چھوٹی ہے؟!

مکمل بات ہے کہ پسند نہیں کریں گے۔ حالانکہ حاکم نے خصوصیت کے ساتھ یہ کبھی نہیں کہا ہے کہ ہائے دربار میں حاضر ہونے والا شخص بنیا تھا اور نہیں پہنچا حاضر ہو، لیکن پہنچا نہیں کر تھا دیوبند کے تھا۔ ایک شخص چیکے سے جو حری کرتا ہے ہمارا گاہ میں حاضری کے پچھے آداب ہیں ان آوابات تھا خصوصی کا لحاظ نہیں کیا گیا تو حاکم بگڑھاتے گا اور عرضہ معرض پر توجہ کرنا تو درکار پیدا نہیں کر سکتا کہ کتنے تکلوٹے ہے۔

نماز آخر اس کے سوا کیا ہے کہ بندہ اپنے رب کے حضور حاضر ہوتا ہے۔ وہ رب جو سبے بڑا حاکم، سب سے زیادہ قوت و شوکت والا شہنشاہ ہے۔ اس نے ہمیں حاضری کے پچھے آداب بتاتے ہیں اور یہ بھی بتایا ہے کہ داڑھی مونڈنا ہے کے نزدیک پسندیدہ فعل نہیں ہے۔ اب الگ ہماری، نماز میں حاضر ایک عادت ایک رسم نہیں بلکہ واقعی ہمیشہ سور ہو کر نماز کیا چیز ہے تو یہ کسی بھی منطق کی رو سے ہم پسند کریں گے کہ کوئی ایسا شخص ہمارا نمائندہ ہمارا امام ہے کہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہو جو زبان حال سے پکار سکا کہ رہا ہو کر ہے خدا سے ذوالجلال! اب جس نسل کو ناپسدا کرئے ہیں بندہ اس فعل کو تہامیت مرغوب رکھتا ہے اور ذرا پر وہیں کرتا کہ آپ اس نافرمانی کو کس نظر سے دیکھیں گے۔

موائزہ کیجئے۔ صرف بنیا تھا اور نہیں کہ حاضر ہونے کو حاکم نے بالصریح منع نہیں کیا تھا مگر بھی آئتِ اپنے نمائندے کی اس ہمیت کو نہیں کیا تھا بلکہ معاشرتی آداب کی روشنی میں آپ جانتے تھے کہ یہ ہمیت حکما کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لئے موزوں نہیں ہے۔ تو آخر کائنات کے سب سے بڑے حاکم کی بارگاہ میں آپ اس شخص کو نمائندہ بنایا کرے جانا کیسے پسند کریں گے۔ جس نے بلا تکلف ایک ایسے فعل کا اکابر کر رکھا ہے جس کے تامہود اور جمنو عہونے کی تصریح بھی اس حاکم کی طرف سے کر دی گئی ہو۔ بنیا تھا اور نہیں کہ دشیدگری کی وجہ سے تو یہ بُرا بھلا غدر بھی بچھا جس کر سکتے ہیں کہ دشیدگری کی وجہ سے یہ بہاس اختیار کیا گی۔ نہیں ہم ستم نہیں تھا کہ ایسا بہاس ہیں کہ نیک پہنچ رکھا ہو؟

میں اسلام ہے! خوب سمجھ لیجئے کہ داڑھی رکھنا ان سنتوں میں سے ہے جن کی سے مدد اکید کی گئی ہے۔ ایں کا ترکیت فتنہ ہے۔ فتنہ بھی ایسا کاڑنکے کی چوٹ۔ ایک شخص چیکے سے جو حری کرتا ہے گھالی بتا لے۔ کسی کو دھوکا دیتا ہے تو اس طرح تھنہاں اسکے جسم پر اس طرح چکا کے نہیں رہ جاتے کہ ہر وقت ہر شخص خشم سرستے اخین یہ مکنیکن داڑھی مونڈنا ترکیت فعل ہے کہ اس کا انعامی مکن نہیں۔ مقدار یوں سکلے امام کی اہمیت تھا جو بیان نہیں۔ الگ مقتدی خوشی سے ایسے شخص کی اہمیت پر متفق ہو گئے ہیں جو داڑھی مونڈنا ہے تو اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہو گا اک ایک ضروری سنت کی برقراری ازماں کرنے والا شخص ان کی نگاہ میں نہ مت کا سمجھ نہیں رہا ہے، بلکہ اتنا اتفاق اور بگزیدہ ہو گیا۔ ہے کہ اپنی مسازوں کا امام بنانا بھی اسے تہریدل سے پسند کر رہے ہیں۔ یہ بد نہ صورت حال صرف امام ہی کے فتن کی وصال افزائی ہیں کہ بلکہ نہ نمازیوں کے فزادہ ہی کا پتادیتی ہے۔ مزید یہ کہ اس سے اسلام کا غلط تعارف ہوتا ہے۔ دوسری توبیں بھی سمجھیں گی کہ داڑھی مونڈنا اسلام میں بھی کوئی مرغوب فعل ہے وہ رکیسے مکن تھا کہ اسلام کی اہم ترین عبادات میں مسلمان داڑھی مونڈنے والے کو امام بناتے۔

ایک اور طرح پر غور کیجئے۔ آپ کو چند ساختیوں کے ہمراہ کمی اعلیٰ حاکم کی بارگاہ میں جاتا ہے۔ اس حاکم نے خاصی کا طریقہ یہ بتا رکھا ہے کہ لوگ چھوٹے چھوٹے گروہوں کی شکل میں آئیں اور اپنا ایک نمائندہ ایک دکل بھی ساخت لائیں جو ان کی طرف سے سکون و اطمینان کے ساتھ لگذا ارتقا پیش کر سکے۔ نیزاں حاکم نے کچھ آداب، بچھے طریقے بھی ایسے متعین کر دیے ہیں جو پر حاضر ہونے والے کو عمل کرنا لازم ہے۔ اب آپ بتائیں کہ آپ پسند کریں گے کہ ایک ایسا شخص آپ کا نمائندہ ہے جو جانتے ہیں مس نے صرف بنیا تھا اور نیک پہنچ رکھا ہو؟

رہ جائے تو صاف صاف سوال لکھ کر ان سے جواب حاصل کریں۔

عرب مالک میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اگر دین و تعلیم میں محبت یا نظری مان لیا جائے تو پھر دین کا قصہ ہی ختم ہے۔ وہاں تو غرب نہیں نئے وہ طوفان اٹھا یا نہیں کہ الامان و الحفظ۔ بے یاری، مردوزن کا اختلاط، شراب نوشی، رقص و مسرور، مغربی انکار و اطوار کی حسین، اسلامی اق اور تصویرات کی تخفیف و تضییک، کوئی شیفت نہ ہے جو اثر و بیشتر عربی مالک میں فروع نہیں پا رہی ہے۔ جن لوگوں کی عقل پر نفس پوری طرح غالب آچکھے ہی یہ بھی کہا ہے کہ چونکہ عرب مالک میں داڑھی مونڈ نامیں بن چکا ہے اور انہر مساجد بھی اسی پر عالم ہیں اسلے اب داڑھی کے متعدد شرعی احکام کو بالائے طاق رکھ کر مندوں پاک میں بھی انہر مساجد اور ملائے کرام داڑھیاں متدا دالیں؟

مردد!

شادی، مازمت، اولاد، مقدمات، تنگی رزق، آسیب اور اسی نوع کی دیگر پر مشانیوں میں بتا حضرات ذیل کے پتے پر جوابی لفاظ فحکم مفسد مشورہ حاصل کریں۔ ہر جائز ضرورت کی تجھیں کیلئے انشاء اللہ تجویز خیز رہنمائی کی جائے گی۔

شاہ عارف نیدانی - حلقة جامع مسجد

دیوبند (بی۔پی)

منذر

مولانا آزاد کی شہرہ آفاق کتاب۔ جو انکی تمام ہی تصنیفات میں قبولیت کے اعتبار سے ممتاز مقام رکھتی ہے۔ قیمت مجلد سائی روپیے

مکتبہ سلکی دیوبند (بی۔پی)

حاضر ہر نامزد راجح عالی پر کران گزرے گا، لیکن داڑھی کے پارے میں اس طرح تے غدر بھی ممکن نہیں، کیونکہ اللہ کے رسول نے تصریح کے ساتھ بتا دیا ہے کہ داڑھی رکھنا مسلمان کا انتیاری نشان ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ داڑھی مونڈ نے کی مانعت کا ہمیں علم نہیں تھا۔

رپامونڈ نامودودی کے بیان نہ مودودی حقائق کا معلم تو انہیں کامنامہ ہے کہ جو تغیرات انہوں نے اپنے دین پر اور غیرت آموزی کے طور پر بیش کرنے تھے انہیں آپ داڑھی مونڈ نے کہتی ہے کہ اس تعالیٰ کرنے ہے ہیں۔ کیا انہوں نے انہیں یہ بھی کہا ہے کہ چونکہ عرب مالک میں داڑھی مونڈ نامیں بن چکا ہے اور انہر مساجد بھی اسی پر عالم ہیں اسلے اب داڑھی کے متعدد شرعی احکام کو بالائے طاق رکھ کر مندوں پاک میں بھی انہر مساجد اور ملائے کرام داڑھیاں متدا دالیں؟

داڑھی کے باب میں مولانا مودودی کا جو سلسلہ ہے وہ راز نہیں۔ ان کی تحریر میں گھاٹھلا بوجو دیسے۔ وہ مجردد داڑھی رکھنے کی ضرورت و اہمیت کے ہرگز منکر نہیں۔ انہیں اگر کھا خلوات ہے تو اس مقدار میں ہے جسے فهمانے ای جہاد امین کیا ہے۔ اور اس شدت میں ہے جو بعض مذاقع پر فائدے سے زیادہ نفعان کا باعث بن جاتی ہے تو یہ بات اس مدعا کے لئے مرفی نہیں جو آپ کے سوال سے ظاہر ہو رہا ہے۔ امامت کے لئے کون زیادہ موزوں ہے اس کا امین تو احادیث صحیح کی بنیاد پر ہمیشہ کہئے ہو چکا اب مولانا مودودی یا کوئی بھی شخص امین غیر نہیں کر سکتا۔ تاہم آپ کے نزدیک مولانا مودودی کا سلسلہ الگ سی درجہ میں جسم ہے تو صحیح طریقہ یہ نہیں کہ ان کے بعض ایسے بنا اتسے جسم ہے تو صحیح طریقہ یہ نہیں کہ مقصود صرف بیان واقعہ پورن کو قبھی سلسلہ کا انہمار بلکہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ داڑھی کے موضوع پر حقنا کھا انہوں نے لکھا ہے اسے پڑھئے اور اگر پھر بھی ان کی راستے کے باسے میں پھر شک

طاقت کیلے مقویٰ عظیم

مقویٰ عظیم نہ صرف دماغ اور اعصاب کی قویت کے لئے تھا بلکہ عام جسمانی تکمیل کی وجہ کرنے اور جڑوں کے درد کا ازالہ کرنے کے لئے ایک معیاری ٹانک ثابت ہوا ہے چند ہی خوراکیں اپنا نمایاں اثر دھلاتی ہیں۔ دن تولہ کی قیمت سات روپے۔ حصولہ آک دکڑی۔ ایک خوراک ہاشم (فہرست مفت طلب فرمائیے)

قومی دو اخانہ (ت) دیوبند (دینی)

رو عن اک دماغ

رو عن اک دماغ کوئی معمولی اشتہاری تیل نہیں۔ قیمتی جڑی پوٹیوں اور مفید اجزاء کا مرکب ہے جو راغی وقت اور بالوں کے لئے ایک ٹانک کی جیتیت رکھتا ہے۔ اگر نیز کو دور کرتا ہے۔ بے خوابی منع کر کے سمجھی نہیں لاتا ہے۔ دماغی خست کرنے والوں کے لئے خاص تجھے ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ ۷۸ پیسے۔ (ڈاک خرچ ڈیرہ روپیہ)

ہلال فارمیسی دیوبند (دینی)

یہ ہے ملاؤں کی بگواس!

مگر اسے ناظرین بالکل آپ میں ذہانت ہے تو جس س صاحب کے فرماۓ ہوتے ہیں ایک ہی اہمیتی فقرے سے اس تمام بکواس کا ایسا کافی شافی جواب لاسکتے ہیں کہ اللہ نے اور نہ نہ دے اور نہ نہ دے اور نہ نہ دے۔
نہیں غلام احمد پیر و نبی زندہ باد! — اہل سر آن پا نہ نہ دے باد۔ ملکہ ملکہ ملکہ ملکہ ملکہ ملکہ باد۔

آں ہوتا ہے جادہ پیجا پھر کار داں ہمارا (الیعنی) جبری عطل کے بعد اہمیتی از سر نو (لائپوس) میدان عمل میں

- دعوت الی اللہ کا نقیب
- زیارات
- مبنی اسلامی اتحاد کا داعی
- دین کیلئے گرجو شی پید کر نیوالا
- اور

عبد الرحیم اشرف

دین سے بیزار کرنے والے محکمات کا بے باک ناقد اس کی اشاعت روکدی گئی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے پھر سے ایسا سامان پیدا فرما کر دین و ملت کا یہ خادم از مرزا اشاعت پذیر ہو رہا ہے۔ اسے پڑھتے اور ایمانی حلوات میں اضافہ کیجئے۔

نصف چن، اہم درجے ذریعہ اسلامی دعوت کو عام کرنے کیلئے امکان چنہ نصف کو دیا گیا ہے۔ آج ہی صرف چار روپے چند بھوکر المیز کے خریدار نہیں تھے۔ مبتعد خاص اشاعتنیں آج ہی خدمتیں

اسی چنے کے عرصے پھجواد بھائی (دیوبندی) راجہی کیلئے آج ہی خط لکھئے۔

کلا منیجر المنشر۔ پوسٹ میس ملٹا لاپسور پاکستان

مشینجہ ماہنامہ "الفرقان" پھری روڈ۔ لکھنؤ

چھ صرف مریض ہی آنکھوں
والے نہیں بلکہ محمد بن
آنکھوں علیہ السلام
شر ماتے ہیں۔

کیونکہ
یرینا کو گھٹتے نہیں تیا
اپنے ہیاں کے اخنثی سے
خیاریتے اس میں ڈال کر جج
کی بچت ہو گی۔ ذلتے تو
براؤ راست ہم سے
طلب کر جائے۔

سیدار لوگ آنکھوں
کی طرف سے بھی
غافل نہیں ہوتے



دار الفیض حماقی دیوبند (بڑی)

لادھوں پاکستان کا منفرد علمی۔ ادبی۔ دینی جو یادہ۔
حفت روزہ (۷)

کوثر نیازی کی ادارت میں

تاریخ ۱۲ اگست ایک عظیم الشان

نامزد گذشتہ

پیش کردہ

روز پروردہ • وجہ اور • انقلاب انگریز • ساٹھ صفحات • نیاد لکش سرووق • قیمت ایک روپیہ
سالانہ چندہ دینارہ روسپے) بھجوانے والوں کو نمبر مفت۔ آج ہی براؤ راست الحسین یا اپنی ایک بسی سے
پرچہ محفوظاً کر لیں۔ بھارت میں ترسیل نہ کا پتھر۔ ملکتہ الحسنات سراہ پور۔

حافت روزہ شہاب شاہ عالم مارکیٹ لاہور

دینہ ایامِ معراج

رسی خوشبخت نداشت که پنجه ایام را در دست گیری و باید از آنها مطلع
گردید. این سرمهگان پنهانی را برخورد نمودند و همانکه اینها مسحه ایام را
که از زیر پوست بیرون نمودند، با چشم پنهان پنهانی میگردیدند. اینها
بینی اسری را بضمیم شنیدند و همانکه که اینها که مسحه ایام را در دست گذاشتند
بر پلی خون را درست میکردند. اینها نیز خوش شنیدند میگفتند: «این سرمهگان
به عرض اینهاست که اینها از این خود را میگیرند که درین سالی از آنها ایام
آن را درست میکنند.» پس از اینکه سرمهگان این را میگفتند، هر چند که اینها
از سرمهگان بپرسیدند: «کیست اینها؟» اینها پاسخ ندادند و همچنان که اینها
آن را درست میکردند، اینها نیز میگفتند: «اینها ایام است.» اینها نیز میگفتند: «اینها
آن را درست میکنند.»



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

دُلَّا رَحْمَهُ مُشْهُورٌ بِخُرُوفِ سُرِّهِ جو تقریباً سولہ سال کی نسبتاً بجا دینے

ایک دم بی مفعے
تیار کیا ہوا جس میں
سچے موٹی اور نیک
مفید اجزاء
شام میں



DURR E NAJAR

- دھنے جالا روندا پڑیاں سرخی اور آنکھیں دکھنے میں مفید ہے۔
 - آنکھوں کے آگے تائے اڑتے ہوں، یا بینائی لکڑوں ہوتی جاتی ہو، یا آنکھیں تھکا دٹھ محسوس کرتی ہوں تو اسے استعمال فرمائے۔
 - ضروری ہے ایات ساتھ بھیجی جاتی ہیں۔

جن حضرات نے تحریر کے بعد تعریفی تحریریں مہمّت فرمائیں ان میں سچنڈ کے ایسا گرامی

حضرت ولانا شیخی احمد صاحب مدینیؒ حضرت مولانا شیخی احمد صاحب عثمانیؒ مولانا فاری محمد طیب صاحب ہنرمند دارالعلوم دیوبند مولانا اشتیاق احمد صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مطلوب لرحمٰن صاحب عثمانیؒ مولانا امیت عقیق الرحمن ساختاب (ندوۃ العصافینؒ) داکٹر ظفر یار خاں ستادت ملٹری سرجن حکیم کتبیالاں صاحب دیہ بہار پور داکٹر انعام الحق صاحب ایل ایم ایس ہومو پیٹھک ساہوجوالا سرمن صاحب رئیس اعلیٰ مراد آباد جناب استیانی سعی پیر سلامی مسیا دیوبند

ہندستان کا پتہ دار افیض حسّانی - دیوبند - صنیل ع سہارنپور - (یو۔ پی) انڈیا

ستان کا پتہ عثمان غنی - کراں مرچنٹ ۲۲۸ مینا بازار پیرا لہیجش کالونی - کراچی پاکستان